مولانا محمد ابراھیم میرؒ سیالکوٹی

ترتیب جدید: ابن محمد جی قریشی

مولانا محمد ابراھیم میرؒ سیالکوٹی کا شمار برصغیر کی نامور شخصیات میں ہوتا ہے۔ مسلک اہلحدیث اور قران وسنت کی اشاعت کے علاوہ تحریک پاکستان میں بھی آپکا نمایاں کردار ہے۔ آپکی تصنیفات کی تعداد ایک صد کے لگ بھگ ہے۔ آپکو صرف ظاہری علوم ہی میں نہیں بلکہ علوم باطنی (احسان وسلوک) میں بھی اعلی مدارج حاصل تھے۔ گو کہ آج کے تذکرہ نگار آپکی زندگی کے اس روشن پہلو سے پہلو تہی ہی کرتے ہی نظرآتے ہیں، ان ہی خطرات کے پیشِ نظر کہ کہیں آفاتِ زمانہ آپکا یہ روحانی پہلو خردبرد نہ کر دے، آپکی تصنیف ''سراجا منیرا'' کو پیش کیا جارہا ہے

عرض احوال

مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی کا شمار برصغیر کی نامور شخصیات میں ہوتا ہے۔ مسلک اہلحدیث اور قران وسنت کی اشاعت کے علاوہ تحریک پاکستان میں بھی آپکا انمایاں کردار ہے۔ آپکی تصنیفات کی تعداد ایک صد کے لگ بھگ ہے۔ آپکو صرف ظاہری علوم ہی میں نہیں بلکہ علوم باطنی (احسان وسلوک) میں بھی اعلی مدارج حاصل تھے۔ گو کہ آج کے تذکرہ نگار آپکی زندگی کے اس روشن پہلو سے پہلو تہی ہی کرتے ہی نظرآتے ہیں، ان ہی خطرات کے پیشِ نظر کہ کہیں آفاتِ زمانہ آپکا یہ روحانی پہلو خردبرد نہ کر دآپکی تصنیف ''سراجامنیرا'' کو پیش کیاجارہے

''سراجامنیرا'' آپکی وہ تصنیف ہے، جس میں آپ نے برکات نبوت (احسان وسلوک) زیارتِ رسول ﷺ، فضائل درود شریف، اذکار ووظائف وغیرہ پر مختصرا مگر بڑا جامع اور مدلل انداز میں بیان فرمایاہے۔

یہ کتابچہ اتناپر تاثیر ہے، کہ وہ حضرات جوراہ سلوک سے ناآشناہیں، کم فہم اور خشک مزاج لوگوں کی بدگمانی سے متاثر ہوکر احسان و سلوک سے انکار کر بیٹھے ہیں، وہ اسکا مطالعہ ضرور فرمائیں، انشاء اللہ العزیز متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گے، بشرطیکہ وہ اپنی کوتائیوں کی وجہ سے فطرت سلیمہ کو مسخ نہ کر چکے ہوں۔ دوسری طرف وہ لوگ جو مسلک اہلحدیث کو تصوف وسلوک سے نابلد اور گستاخ انبیاء اور اولیاء سمجھتے ہیں (گوکے کسی حد تک اس عہد میں یہ حقیقت بھی پائی جاتی ہے) زیر بحث کتاب کے مطالعہ کے بعد اپنانقطہ نظر تبدیل کرنے پر مجبور ہونگے، لیکن تعلق اسکا بھی مذکورہ شرط سے ہے۔

اس کتاب کے دیباچہ اول پر 29 رمضان 1361 ہجری 11 اکتوبر1942ء کی تاریخ درج ہے۔ آپؒ نے اس کتاب کے دیباچہ ثانی میں لکھاہے کہ

''سراجامنیراکے مضمون مولاناثناء اللہ امرتسری کی حیات طیبہ میں اخبار اہلحدیث امرتسر میں شائع ہوتے رہے ہیں''

یہ بات ذہن میں رہے کہ اخبار اہلحدیث قبل ازپاکستان امرتسر)ہندوستان) سے شائع ہوتارہاہے'' سراجامنیرامع ازواج النبی ﷺ ''کو فاران اکیڈمی ۱۷۔اردوبازارلاھورنے ۲۰۰۲ء میں بھی شائع کیاہے۔ راقم الحروف کے علم یہ با ت آئی ہے کہ یہ کتاب بعد میں بھی پرنٹ ہوئی ہے مگر افسوس کے اس کے بعض مضامین کو حذف کر دیاگیاہے، جوکہ میں سمجھتاہوں یہ ایک بہت بڑی علمی خیانت ہے۔ اوریہی کام توعلمابنی اسرائیل بھی کیاکرتے تھے، علاوہ ازیں یہ کتاب وقاری کے علاوہ مصنف مرحوم مغفور (مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی) کے ساتھ بھی بعد ازمرگ دھوکاہے، اللہ تعالیٰ ایسے غالی وناعاقبت اندیش لوگوں سے اس امت کو محفوظ فرمائیں۔

انٹرنیٹ کی دنیاسے تعلق رکھنے والے اہل قلم حضرات سے گذارش ہے اس کتابچہ کو علمی امانت سمجھتے ہوئے، بغیر کسی ردوبدل کے

اسکی اشاعت و تدوین میں تعاون فرمائیں۔ یہ گنہگار اس سعی میں ہے کہ اکابرین اہلحدیثؒ کا جو تعلق روحانیت کے ساتھ تھا اسکو منظر عام پر لایا جائے، اسی مشن کی تگ و دو میں یہ کتابچہ محترم تنزیل الرحمن صاحب گوجرہ قلعہ میاں سنگھ سے حاصل ہوا، اس سلسلہ میں ایک کتاب'' اکابرین اہلحدیث کا احسان و سلوک ''زیر طبع بھی ہے، اس لیے جن احباب کے پاس اکابرینؒ کی کوئی تقریر و تحریر جو تصوف و سلوک سے تعلق رکھتی ہو پہنچائی جائے تا کہ اکابرینؒ کا یہ چھپا ہوا گوشہ بھی قلمبند ہو سکے، اہل علم حضرات سے خصوصی تعاون کی درخواست ہے۔ آخر میں ان تمام احباب کا شکر گزار جن کے تعاون یہ مرحلہ بخوبی طے ہوا، اور یہ کتابچہ منظر عام پر آسکا۔ دعا کہ اللہ تبارک وتعالی یہ کوشش قبول و منظور فرمائیں۔ اور مصنف مرحوم و مغفور کے درجات بلند فرمائیں۔ اللہ کرے یہ کاوش حب رسول ﷺ کو اجاگر کرنے کا ذریعہ ثابت ہو۔

ابن محمد جی قریشی

اسلام پورہ جبر۔ گوجر خان۔ پاکستان

ibne_m.jee@hotmail.com

Ph 0306 5217406

تمہیدات

تمہید نمبرا:۔ حق تعالیٰ نے جہاں ذات اقدس حضور اکرم ﷺ کو سارے عالم اور عالمیاں کے لیے رحمت بنایا ہے۔ وہاں آپ ﷺ کو سراجاً منیرا (آفتاب عالمتاب) بھی فرمایا ہے کہ دنیاجہان کے لوگ آپ ﷺ سے نور قلبی حاصل کریں ۔ رحمۃ للعلمین ہونے کی شان دنیاوعاقبت ہر دوجہاں کے ہے اور سراجامنیرا کی صفت امور عاقبت کے لیے ہے کہ جو آپ ﷺ سے عقیدت و محبت رکھتا ہے ۔ وہ عاقبت میں درجات عالیہ پاتا ہے اور دنیامیں بھی جو فیض وبرکت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا انجام بھی ثواب آخرت ہے۔ لیکن آپ ﷺ کا رحمۃ للعلمین ہوناسوسب جہان کے لئے موجب امن وامان ہے۔ مومنوں کے لئے بھی اور کافروں کے لئے بھی مطیعوں فرمانبرداروں کے لئے بھی اور عاصی گنہگاروں کے لئے بھی اور دیگر جانداروں اور غیر ذی روح اشیاء کے لئے بھی آپ بالواسطہ رحمت ہیں کیونکہ عالمین کے لفظ میں اللہ تعالیٰ کے سوائے سب موجودات آجاتی ہیں۔ اور سراجامنیرا صرف مومنین متبعین سنت کے لئے ہے۔

قرآن شریف میں سراج کا لفظ صرف دوہستیوں کے لئے وارد ہوا ہے۔ آفتاب عالمتاب کے لئے جیسے کہ فرمایا

ترجمہ ۔"یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا۔ " (نوح ۲۹)

نیز فرمایا:۔ "(فرقان ۱۹ پ) یعنی بہت بلند شان والا ہے، اللہ جس نے بنائے آسمان میں ستارے اور بنایا اس میں چراغ (سورج) اور (بنایا) چاند روشنی والا۔"

اسی طرح سورت نباء میں فرماتا ہے:۔

" یعنی اور (بنایا) ہم نے چراغ (سورج) چمکتا۔ "

توضیح:۔ عربی زبان میں منیر الازم ہے اور متعدی بھی، لازم کا مفاد یہ ہے کہ وہ روشن ہے اور متعدی کا حاصل یہ ہے کہ دوسرے کو روشنی دینے والا اور آفتاب کی بھی یہی شان ہے کہ وہ اپنے آپ میں بھی روشن ہے اور دوسروں کو روشنی دیتا ہے۔ یعنی ستاروں کو چاند کو اور زمین کو۔

اسی طرح حق تعالیٰ نے ذات اقدس آنحضور ﷺ کی نسبت بھی فرمایا: ۔

"یعنی اے بزرگ شان والے نبی! ہم نے آپ کو (اپنی توحید کا) شاہد کرکے اور (جنت کی) خوشخبری دینے والا کرکے اور (دوزخ سے) ڈرانے والا کرکے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والا کرکے اور روشنی دینے والا آفتاب کرکے بھیجا ہے " (احزاب پ)

تفسیر معالم میں اس آیات کے ذیل میں کہا ہے:۔

"حق تعالیٰ نے آپ کا نام سراج فرمایا ہے کیونکہ آپ ﷺ سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔مانند چراغ کے کہ اس سے اندھیرے میں روشنی حاصل ہوتی ہے۔ "

اسی طرح تفسیر کشاف وغیرہ میں کہا ہے:۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات سے شرک کے اندھیروں کو آشکار کر دیا اور ہدایت پائی آپ ﷺ سے گمراہوں نے جس طرح کہ رات کے اندھیرے آشکار ہوتے ہیں روشن چراغ سے اور راہ دکھائی دیتا ہے اس سے۔

"یا یہ کہ امداد دی اللہ نے آپ ﷺ کے نور نبوت سے باطنی بصیرتوں کی روشنی کو، جس طرح کہ چراغ کی روشنی سے ظاہری آنکھوں کو امداد پہنچتی ہے۔ "

الغرض حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نور نبوت اور فیض وبرکت کو روشن چراغ سے یا آفتاب عالمتاب سے تشبیہ دی ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح جسمانیات ومادیات پر روشن چراغ یا آفتاب کی روشنی پڑتی ہے اور ان پر سے ظلمت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں اور چیزوں کی اصلیت وحقیقت بغیر کسی قسم کے اشتباہ کے نمایاں ہو جاتی ہیں اور دماغ انسانی وحشت وتردد کی حیرانی وسرگردانی سے آرام پاتا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کے نور نبوت سے شرک وکفر، بدعت وضلالت، رسوم جاہلیت وتوہمات اور نفسانی خواہشات کی کدورتیں اور ظلمتیں دور ہو گئیں اور حق وباطل کی حقیت غیر مشتبہ طور پر نمایاں ہو گئی اور ہدایت وضلالت میں واضح طور پر امتیاز ہو گیا۔جیسا کہ فرمایا:۔

"یعنی دین میں جبر کرنے (کی ضرورت) نہیں کیونکہ ہدایت (بھلائی) گمراہی (وبدراہی) سے بلاشبہ متمیز ہو چکی ہے ۔" (البقرہ ۳پ)

چونکہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور اللہ اس کے فرشتوں کی طرف سے آپ ﷺ کے خدایا دامتیوں پر صلوات وبرکات نازل ہوتے رہنے کی خبر[1] ہے جس سے واضح ہے کہ آپؐ کے امتیوں میں اصحاب صلاحیت اور ارباب یمن وبرکت ہمیشہ قائم رہیں گے۔جو آنحضرت ﷺ کے انوار قدسیہ سے حسب استعداد بہرہ اندوز ہوتے رہیں گے، پس آپؐ کا فیض مثل چشمہ جاری کے

سراجا منیر والی آیت جو اس وقت زیر تفسیر ہے۔اس سے پہلے خاتم النبین والی آیت اور آپ ﷺ کے خدایا دامتیوں پر خدا طرف سے اور اس کے فرشتوں کی طرف سے صلوات وبرکات کی بارش ہوتے رہنے کی آیت مذکور ہے۔(قرآن شریف کھول کر دیکھ لو(پس یہ فائدہ ان کے باہمی ربط وارتباط سے مستفاد ہے۔12 منہ غفرلہ)

تا قیامت جاری رہے گا اور اس پر انقطاع و بندش وارد نہیں ہو گی اور چونکہ انبیائے سابقین کی امتوں میں بوجہ ان کے کفر و شرک اور بدعت وضلالت اور رسوم جاہلیت و توہمات کی ظلمتوں میں پھنس جانے کے ان انبیاء کے انوار حاصل کرنے کی صلاحیت و قابلیت نہیں رہی نیز ان کی شریعتیں ایک حد تک تو منسوخ اور ایک حد تک محرف ومبدل اور ایک حد تک مختلط و مشتبہ ہو کر اصلی حالت پر قائم نہیں رہیں اور ان کی حالت مثل چشمہ غیر صافی و مکدر کے ہو گئی ہے اور وہ لوگ اپنے طریق زندگی میں سنن انبیاء سے منحرف ہو کر مثل ان لوگوں کے ہوگئے ہیں جن کے پاس کوئی کتاب الٰہی یا شریعت نہیں ہے۔ اس لئے ان پر ان انبیاء کے انوار منعکس نہیں ہو سکتے۔ اسی امر کے ایک پہلو میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کے سامنے تورات کا مطالعہ کرنے پر فرمایا تھا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے دست (قدرت) میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر تمہارے سامنے موسیٰؑ ظاہر ہو جاہیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو جاؤ۔ تو تم (اللہ کی) سیدھی راہ سے بہک جاؤ گے اور وہ زندہ ہوں اور میری نبوت پالیں۔ تو ضرور ضرور میرے پیچھے چلیں۔"

حاصل کلام یہ کہ آنحضرت ﷺ کا فیض تو جاری ہے لیکن اس بہرہ اندوز ہونے کے لئے استعداد قابلیت شرط ہے۔ یا یوں سمجھو کہ سبب تو موجود ہے لیکن اس کی تاثیر کیلئے جن اسباب و وسائل کی ضرورت ہے۔ ان کو حاصل کرنا چاہیے اور جو امر اس کے مانع و مزاحم ہیں، ان سے بچنا چاہیے۔ واللہ الموفق)

تمہید نمبر ۲:۔ ہر امر کا ظہور اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادے سے ہوتا ہے کیونکہ خالق وہی ہے، باجود اس کے اس نے تمام دنیا کو سلسلہ اسباب سے جکڑا ہوا ہے کہ ایک چیز کو دوسری کے ظہور و پیدائش کا سبب بنا دیا ہے اگر ایک کو دوسری کا معاون و مددگار بنایا ہے۔ تو تیسری کو اس کا مانع و مزاحم بھی کر دیا ہے۔ حقیقت میں یہ سارا سلسلہ اسباب ظاہر بینوں کی نظر کے سامنے ایک پردہ لٹکا دیا ہے۔ ورنہ کرتا سب کچھ وہ خود ہے جب کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور جملہ رکاوٹیں اور مزاحمتیں دور کر دیتا ہے اور جس چیز کو نہیں چاہتا اس کے بنے ہوئے اسباب بھی بیکار کر دیتا ہے اور انسان اور اس کے مقصود کے سامنے ایک ایسی حکمی سد ذوالقرنینی کھڑی کر دیتا ہے کہ یاجوج ماجوج کے حال کی طرح

فما اسطاعوا ان یظھروہ وما استطاعوا لہ نقبا(سورہ کہف 16)

کی صورت ہو جاتی ہے۔ مثلاً جسمانی جنم کے لئے ماں باپ کو وسیلہ بنایا ہے۔ لیکن بہت سے مرد و عورت ہیں کہ ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی اور حضرت مریمؑ کو فرزند دینا چاہا تو بغیر خاوند کے دیدیا۔ اسی طرح روحانی جنم کے لئے مرشد ذریعہ ہوتا ہے۔ لیکن بہت سے بدقسمت ہیں کہ باوجود مدتوں مرشد کامل کی صحبت میں رہنے کے بے نصیب رہتے ہیں۔ اسی معنی میں کہا گیا ہے۔

ے تہید ستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل　　　　　　　　که خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را ے[1]

یعنی بد قسمتوں کو مرشد کامل سے بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ جیسے کہ سکندر بادشاہ حضرت حضرؑ جیسے مرشد کامل کی رہنمائی کے باجود بھی آب حیات سے پیاسا واپس آیا۔

چونکہ اپنی خوش قسمتی یا بد قسمتی کسی کو معلوم نہیں۔ اسلئے ہم کو عالم اسباب میں رہتے ہوئے اللہ عزوجل کے فضل وکرم پر نظر رکھ کر ان اسباب کے ذریعے اپنی قسمت آزمائی کرنی چاہیے۔ جو اس نے ہمارے اختیار میں کئے ہیں۔

تمہید نمبر ۳: ۔جس طرح جسمانی جنم کے بعد جسمانی پرورش کی نگہداشت اور کفالت مہربان ماں باپ کرتے ہیں۔ اسی طرح روحانی جنم یعنی بیعت کے بعد روحانی پرورش و اصلاح کی نگہداشت مرشد مشفق کرتا ہے۔ پس جس طرح بچہ جسمانی پرورش کے زمانہ میں ماں باپ پر اعتماد کرکے جوانی کی عمر کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح مرید کو بھی چاہیے کہ وہ روحانی تربیت کے زمانہ میں یعنی جبکہ وہ مرشد کی زیر نگرانی روحانی عملیات مسنونہ کی مشق کرتا ہو۔ اپنے مرشد سے خلوص و عقیدت رکھے اور اس کی تعلیم کردہ ہدایتوں پر عمل کرتا رہے تاکہ اپنی قسمت و کوشش کی مقدر منزلت کو حاصل کر سکے۔ اللہ نے ہر شخص اور ہر شے کے لئے اپنے علم ازلی میں ایک اندازہ مقرر رکھا ہے۔ وہی اس کی قسمت، وہی اس کی تقدیر ہے۔ اس اندازے میں کمی پیشی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ فرمایا :۔

وخلق کل شیء فقدرہ تقدیرا۔ (فرقان پ ۱۸)

"یعنی اس نے پیدا کیا ہر شے کو، پس اسے ایک مقرر اندازے پر رکھا۔ "

حضرت شیخ اکبرؒ اپنی تفسیر صغیر میں جو ظاہر تفسیر کے علاوہ ارشادات صوفیا کرامؒ کے متعلق ہے آیت ومن یتوکل علے اللہ حسبہ (الطلاق پ۲۸)

"یعنی جو کوئی توکل کرتا ہے خدا پر پس وہ اس کے لئے کافی ہے "کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

کافیہ یوصل الیہ ماقدر لہ ویسوق الیہ ماقسم لاجلہ من الضباء الدنیا والاخرۃ(مطبوعہ جلد ۱۶۳)"خدا اس کے لئے کافی ہے اسے ضرور پہنچائے گا جو کچھ اس نے اس کے لئے مقدر کیا ہے اور چلائے گا اس کی طرف وہ کچھ جو اس کی قسمت میں لکھا ہے دنیا اور آخرت کے نصیبوں میں"

---

[1] اس شعر میں خواجہ حافظ نے جو سکندر کو حضرت خضرؑ کا رفیق سفر کہا ہے تو بناء بر عام مشہور قول کے کہا ہے جس میں سکندر یونانی کو ذوالقرنین نہیں سمھا گیا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ شخص سکندر یونانی نہیں تھا کیونکہ ذوالقرنین نبی اللہ یا صاحب الہام ولی اللہ تھے اور سکندر یونانی تو بت پرست تھا۔ ہم نے سورۂ کہف کی تفسیر میں اس مسئلہ کو باتفصیل بیان کیا ہے۔ طالب راعب اس کا مطالعہ کرے۔

اس طرح اس سے اگلی آیت قد جعل اللہ لکل شیءِ قدرا یعنی بیشک مقرر کر رکھا ہے اللہ نے ہر شے کے لئے ایک اندازہ۔" میں فرماتے ہیں۔

ای عین لکل امر حدا معینا و وقتا معینا فی الازل لا یذید بسعی ساع ولا ینقص بمنع مانع و تقصیر مقصر ولا یتاخر عن وقتہ ولا یتقدم علیہ (۱۶۳ جلد ۲)

"اس نے ازل میں ہر امر کے لئے ایک حد اور وقت مقرر کر رکھا ہے۔ کسی کوشش کرنے والے کی کوشش سے اس میں زیادتی نہیں ہو سکتی اور کسی روکنے والے کے روکنے سے اور کوتاہی کرنے والے کی کوتاہی سے اس میں کمی نہیں ہو سکتی اور وہ امر اپنے وقت مقرر سے نہ پیچھے ہو سکتا ہے اور نہ وقت سے پہلے حادث ہو سکتا ہے"

اسی معنی میں آنحضرت ﷺ کی دعا ہے۔ جو آپ ﷺ ہر فرض نماز سے سلام پھیرنے سے پہلے پڑھا کرتے تھے:۔ اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد۔ (بخاریؒ وغیرہ)

"اے اللہ! جو تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روکے اس کا دینے والا کوئی نہیں اور کسی کوشش والے کو اس کوشش تیرے (مقرر کردہ) سے (زیادہ) نفع نہیں بخش سکتی۔

تنبیہات

تنبیہہ نمبر ۱:۔ شائد آپ کے دل میں کھٹکے کہ جب سب کچھ مقدر ہے تو سعی و عمل کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس کا جواب آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کے اسی سوال میں فرما دیا تھا

اعملو فکل میسر لما خلق لہ۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر و کتاب القدر)

یعنی تم عمل کئے جاؤ۔ ہر کسی کے لئے وہ امر مہیا ہو جاتا ہے۔ جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ شیخ شیخنا حضرت نواب صاحبؒ سورۂ الیل کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"یعنی لازم ہے تم پر شان عبودیت جس کے لئے تم پیدا کئے گئے اور حکم کئے گئے ہو۔ اور امور ربوبیت غیبیہ کو اس کے مالک (اللہ تعالیٰ) کے سپرد کرو۔ تمہیں اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کی نظیر رزق مقسوم ہے۔ لیکن اس کے ساتھ کسب کا بھی امر ہے اور عمر مقرر اجل (بھی اسکی نظیر ہے) لیکن اسکے ساتھ طبی معالجہ بھی ہے، بیشک تو (اے انسان!) ان دونوں میں غیبی حکم الٰہی کو علت موجبہ پائیگا اور جو کچھ ظاہری بات ہے وہ صرف ایک خیالی سبب ہے اور اخواص اور عوام ہر دو طرح کے لوگوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ان دونوں میں باطن کی وجہ سے ظاہر کو ترک نہیں کیا جاتا"۔ یہ بات امام کرخیؒ نے کہی ہے (فتح البیان جلد دہم ۲۹۱ مطبوعہ مصر)

تنبیہہ نمبر ۲:۔ شائد اپنی ناکامی پر آپ کے بھولے دل میں یہ خدشہ گزر جائے کہ ہم نے فلاں وظیفہ بہت کیا تھا۔ لیکن بنا بنایا کچھ بھی نہیں۔ اس لئے یہ سب عملیات توہمات ہیں اور ان کو ماننا جاہل لوگوں کا کام ہے۔ تو اس خدشہ کا ازالہ یوں کریں۔ کہ مادی علاج معالجہ میں حکیم وڈاکٹر بہت سے مقاموں پر ناکام رہتے ہیں اور ظاہری اسباب کے استعمال کا انجام سوائے حسرت وافسوس کے کچھ نہیں ہوتا۔ ورنہ موت کا دروازہ بند ہو جائے پھر بھی آپ ظاہری اسباب اور مادی علاج کے اثر سے انکار نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی ناکامی کے لئے فرضی یا حقیقی وجوہات قرار دے لیتے ہیں۔ کہ تدبیر میں فلاں کسر رہ گئی یا فلاں امر مزاحم در پیش آ گیا۔ اور اس نے ہماری تدبیر کو کارگر نہ ہونے دیا۔ اسی طرح اس روحانی سلسلہ میں بھی بعض وقت عمل میں کسریں رہ جاتی ہیں۔ اور بعض وقت مزاحمتیں واقع ہو جاتی ہیں۔ تو عمل کا اثر موافق مراد ظاہر نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ روحانی سلسلہ اس جسمانی سلسلہ سے بہت نازک ہے کیونکہ مادی معالجہ میں حکیم یا ڈاکٹر کا متقی و پاکباز ہونا شرط نہیں۔ لیکن روحانی سلسلہ میں بیمار کے پرہیزگا ہونے کے علاوہ معالج کے لئے بھی تقویٰ وطہارت سب سے پہلی شرط ہے۔ پس ہر شے کا اثر اس کی شرائط عمل کی پابندی سے عمل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کسی سعی کی رائیگاں نہیں ہونے دیتا۔

حضور اکرم ﷺ کی زیارت

عام انسانی زندگی میں سب بڑی سعادت وفضیلت جو کسی صاحب قسمت کو حاصل ہو۔ وہ حبیب رب العالمین ﷺ کی زیارت کی نعمت ہے۔ جس کی تمنا میں ہزاروں اولیاء اللہ نے بہت کڑی ریاضتوں میں لمبی لمبی عمریں صرف کر دیں۔ کسی کی قسمت نے یاوری کی تو وہ مراد کو پہنچ گیا اور کوئی راہ ہی میں رہ گیا۔

بزرگان دین نے (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) اس سعادت کی تحصیل کے کچھ طریقے اور عملیات لکھے ہیں اور اپنے عملیات سے ان طریقوں کا تجربہ بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان کی آزو پوری کر دی۔ حقیقت میں یہ اس کا فضل ہوتا ہے جس کے لئے وہ اس سعادت کا حصول چاہتا ہے۔ اسے اس ذات گرامی صفات سے روحانیت میں قریب کر کے نعمت زیارت کا شرف بخش دیتا ہے۔ ولنعم ما قال العارف جامی قدس سرہ۔

تاب وصلت کار پاکاں من از ایشاں نیستم
چوں سگانم جائے دہ در سایہ دیوار خویش

وسائل زیارت

۱۔ ہر قسم کی ظاہری وباطنی جسمانی وروحانی، ذہنی واخلاقی، عملی واعتقادی اور نفسانی وجذباتی پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد سب

بڑی چیز جس کے ذریعے ذات اقدس ﷺ سے روحانی قرب حاصل ہوتا ہے وہ درود شریف کا وظیفہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (قدس سرہ) اپنی بابرکت کتاب القول الجمیل [1] میں فرماتے ہیں۔

واوصانی بموظبۃ الصلوۃ علے النبی ﷺ کل یوم و قال بھا وجدنا ما وجدنا۔

"یعنی میرے سردار اور والد (حضرت شاہ عبد الرحیم صاحبؒ) نے مجھے وصیت فرمائی۔ درود شریف کی ہمیشگی پر ہر روز اور فرمایا کہ ہم نے جو کچھ پایا وہ اسی (کی برکت) سے پایا۔"

برکات درود شریف

برکات درود شریف کے برکات و فضائل جو احادیث میں وارد ہیں۔ ان پر نظر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات سے روحانی قرب حاصل کرنے کے لئے درود شریف سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ پس لازم ہے کہ طالب زیارت آنحضرت ﷺ کی عظمت و محبت اپنے دل میں سب مخلوق سے زیادہ بٹھادے اور اس میں شوق زیارت کا چراغ ہمیشہ جلائے رکھے۔ یہاں تک کہ حضرت بلالؓ کی طرح عشق و محبت کا درجہ حاصل ہو جائے اور ایسی حالت ہو جائے کہ ماہی بے آب کی طرح سعادت دیدار کی طلب میں تڑپتا رہے اور بغیر دیدار کے کم از کم بغیر درود شریف اور ذکر حبیب کے چین و آرام نہ پائے کیونکہ کثرت ذکر سے بھی دل و دماغ میں ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو قائم مقام ملاقات ہو کر ایک گونہ موجب تسکین و تسلی ہو جاتی ہے۔ محدثین جو دن رات حدیث رسول اللہ ﷺ کا درس دیتے اور لیتے رہنے کی وجہ سے کثرت سے درود شریف پڑھنے کا موقع دوسروں کی نسبت زیادہ پاتے ہیں ان کی شان میں کسی بزرگ نے کہا ہے :

اھل الحدیث ھموا اھل النبی وان

لم یصحبوا انفسہ انفاسہ صحبوا

"یعنی اہل حدیث آنحضرت ﷺ کے اہل ہیں۔ گو ان کو آپ ﷺ کی صحبت (جسمانی) میسر نہیں آئی لیکن آپ ﷺ کے انفاس طیبہ یعنی کلام پاک کی صحبت تو حاصل ہے۔"

حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی کے سمدہی مولانا حفیظ اللہ خاں صاحب مرحوم دہلوی کے مرض الموت میں تھے۔ یہ عاجز مع ڈاکٹر سید جمال الدین صاحب مرحوم پشاوری ان کی زیارت کو گیا۔ آپ کو مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری کی طرح شعر بہت یاد تھے

---

[1] ایں عاجز نے اس کتاب کو "بابرکت" اس لئے کہا ہے کہ مجھ گنہگار کو اس کتاب نے رنگ دیا ہے۔ ورنہ میں گنہگار کہاں اور یہ فیوض و برکات کہاں؟۔

وہ آئیں گھر پہ ہمارے خدا کی قدرت ہے کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں۔

بقیہ اللھم اجذہ عنی جزاء حسنا ۱۲ عفی عنہ

۔مجھے فرمانے لگے۔یہ شعر لکھ لو۔اور سمجھو کہ علم حدیث کی نسبت خود آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں

در سخن پہناں شدم من ہمچو بو در بوگ گل

ہر کہ دیدن میل وارد در سخن بیند مرا

تفسیر معالم وغیرہ آیت اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین (پ ۵ النساء) کے شان نزول کے متعلق مرقوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مولیٰ ثوبانؓ کو آنحضرت سے نہایت درجہ کی محبت تھی۔ کہ آپ ﷺ کو دیکھے بغیر ان کو قرار نہیں تھا۔ ایک دن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور ان کا چہرہ متغیر تھا اور غم کے آثار چہرہ متغیرے پر نمایاں تھے۔آنحضرت ﷺ نے (ازرہ شفقت) دریافت فرمایا کہ تمھارا رنگ کیوں متغیر ہے؟انہوں نے عرض کی کیا حضور!(میرے ماں باپ آپ ﷺ پر سے قربان جائے) مجھے کوئی بیماری یا آزار نہیں ہے مگر یہ کہ جب میں آپ ﷺ کو نہیں دیکھتا تو نہایت بے قرار ہو جاتا ہوں اور (مجھے چین نہیں آتا) حتی کہ آپ ﷺ سے ملاقات کرلوں پھر جب میں آخرت کو یاد کرتا ہوں۔تو خوف کھاتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کو وہاں نہیں دیکھ سکوں گا۔کیونکہ آپ ﷺ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ علیین کی بلندی پر ہونگے اور میں اگر جنت میں داخل ہو بھی گیا تو بہر حال میرا رتبہ آپ ﷺ کے رتبے سے ادنیٰ (خدا نخواستہ اگر)

داخل جنت نہ ہوں

تو آپ ﷺ کو کبھی بھی نہیں دیکھ سکوں گا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ

"جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام کیا ہے۔یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالحین اور یہ لوگ رفیق ہونے میں بہت اچھے ہیں۔" (سورۃ النساء)

پس طالب زیارت عاشق صادق کی طرح اپنے دل کو ہمیشہ آنحضرت ﷺ کی محبت سے پر رکھے اور اپنے فانوس سر میں زیارت کے شوق کا چراغ ہر دم روشن رکھے۔

ھدایات

۱۔خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کا شوق رکھنے والے کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی جسمانی پرورش کے لئے کامل طور پر حلال کی خوراک کھائے اور حرام تو کجا مشتبہ سے بھی پرہیز کرے۔ظاہر شریعت میں مال مشتبہ کی دعوت کھانی جائز لکھتے ہیں۔لیکن اہل طریقت و اہل محبت کے نزدیک درست نہیں۔مال حرام کی نسبت تو حدیث شریف میں صاف طور پر وارد ہے اور اسی حدیث میں مشتبہات کا ذکر ہے کہ جس نے مشتبہات سے پرہیز کی اس نے اپنے دین کو (نقصان سے) اور اپنی عزت کو (طعن سے) بری رکھا

۔(بخاری کتاب الایمان)یہ مقام ورع ہے۔جو بعض محققین کے نزدیک مقام تقویٰ سے بلند تر ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ مشتبامت سے بچنے سے ایمان کامل ہوتا ہے اور عزت محفوظ رہتی ہے۔اسی مقام کے متعلق امام بخاریؒ نے کتاب اللقطہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاًبطریق ہمام بن منبہ روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:۔

"میں بعض اوقات اپنے گھر جاتا ہے۔توکوئی کھجور اپنے بستر پر گری ہوئی پاتاہوں۔اسے اٹھاتاہوں کہ اسے کھاؤں، پھر ڈر جاتاہوں کہ مبادایہ صدقہ (کی) ہو۔پس اسے ڈال دیتاہوں۔

۲۔اسی طرح شکم کی پاکیزگی کے بعد بدن اور لباس ہمیشہ پاک صاف رکھئے، صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کو جو پیشاب کی نجاست سے پاک نہیں رہتا تھا۔قبر کے عذاب میں مبتلا دیکھا۔پس جو شخص عالم برزخ میں عذاب میں گرفتار ہوگا۔وہ حکماًاس دار دنیامیں بھی خدا کے غضب کے نیچے ہے۔پس اس پر آنحضرت ﷺ کی زیارت کالطف وکرم نہیں ہوسکتا۔بالخصوص لباس کے متعلق اسی طرح پرہیز ضروری ہے جیسی کہ شکم کی خوراک کے متعلق ہے کہ وہ حرام یامشتبہ وجہ سے حاصل نہ کیاہو۔کیونکہ جس کا کھاناپینااور لباس حرام وجہ سے ہو۔اس کی توعام دعابھی مقبولیت کے قابل نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔(بلواغ المرام)چہ جائیکہ اسے آنحضرت ﷺ کی زیارت کے شرف سے نواز جائے۔

۳۔پھر یہ کہ برے اعمال اور برے اخلاق سے کلی طور پر الگ رہے۔کیونکہ آنحضرت ﷺ جیسا کہ قرآن شریف شاہد ہے۔خلق عظیم پر تھے۔پس مسی الخلق کو آپ ﷺ کے قرب میں جگہ نہیں مل سکتی۔کیونکہ باہمی مناسب ومجانست نہیں ہے۔

۴۔نیز بری صحبتوں میں نہ بیٹھے والا آنحضرت ﷺ کی پاک مجلس میں باریاب نہیں ہوسکتا۔

۵۔نیز فضول وفحش گوئی سے اور چغلی اور غیبت سے زبان کو پاک رکھے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کبھی بھی فحش گوئی نہیں کی۔جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے اور چغلی اور غیبت والا بھی انعام نہیں پاسکتا کیونکہ استنجاپاک نہ رکھنے والے کے ساتھ آپ ﷺ نے ایک دوسرے شخص کی بھی (قبر میں)عذاب میں مبتلا دیکھا تھا۔جو چغلی اور غیبت کرتا تھا۔پس جب وہ عالم بزرخ میں گرفتار عذاب ہے۔تو اس دار دنیامیں بھی حکماًخدا کے قہر کے نیچے ہے۔لہذا اسے آنحضرت ﷺ سے منا سبت نہیں ہوسکتی۔

پس آنحضرت ﷺ کی زیارت کا شوق رکھنے والا پہلے اپنے آپ کو ان مذکورہ بالا نجاستوں اور کدرتوں سے پاک صاف رکھے تاکہ درود شریف کی برکت سے اسے آنحضرت ﷺ کی حضوری میں جگہ مل جائے۔ولنعم ما قال العارف الجامیؒ

تاب وصلت کار پاکاں من ازیشاں نیستم

چوں سگانم جائے وہ در سایہ دیوار خویش

6-(ج) **اخلاقی صفائی:**۔اس ظاہری اور حسی طہارت وصفائی کے بعد اپنے دل کو حسد و بغض اور کبر و عجب اور نخوت وخود نمائی اور ریاکاری اور مخلوق کی لجاجت اور مطلب پرستی اور خود غرضی اور لالچ کی تیرگی سے صاف رکھے کیونکہ یہ سب باطنی عیوب ہیں اور ان سے دل کا آئینہ مکدر وسیاہ ہو جاتا ہے اور آئینہ کی صفائی نہایت ضروری ہے تاکہ اس پر سراجامنیرا کا عکس جلوہ ریز ہو سکے اور اس آئینہ نورانی جمال محمدی ﷺ کی سعادت حاصل کر سکے۔

تمثیل

اس امر کو آپ بجلی کی تمثیل سے بآسانی سمجھ سکیں گے۔ بجلی کی روشنی کے لئے چند چیزوں کی ضرورت ہے۔

اول: خزانہ روشنی یعنی پاور ہاؤس مع انجن واسباب ضروریہ۔

دوم: اس خزانہ روشنی سے گھر کے بلب تک وائرنگ کے ذریعے کنکشن۔

سوم: بلب کے اندر کی تار جو بجلی سے متکیف ہوتی ہے۔

چہارم: اس تار کے گرد بلب کا زجاجی خول

اگر ان میں سے کسی شے کی بھی کمی ہو۔ تو روشنی کا حصول ناممکن، یعنی اگر خزانہ روشنی کا انجن کام نہ کرتا ہو۔ یا وائرنگ درست نہ ہو۔ یا بلب کی تار فیوز شدہ ہو۔ یا اس تار کے باہر کا زجاجی خول نہ ہو۔ تو روشنی نہیں مل سکتی۔

توضیح تمثیل

اسی طرح ذات بابرکات آں سرور کائنات ﷺ تو سراجامنیرا ہونے کی وجہ سے خزانہ روشنی ہیں اور وائرنگ مرشد و شیخ یا پیر استاد ہے۔ جس کی ایک جانب تو ذات گرامی صفات آنحضرت ﷺ ہے اور دوسری طرف بلب ہے۔ جو اپنا۔ یا فیض کے طالب مرید کا دل ہے۔

اوصاف شیخ یا مرید:۔ پس اس مرشد کا متبع سنت۔ صحیح العقیدہ اور صالح العمل ہو نا ضروریات سے ہے اور یہ بھی کہ کفر و شرک الحاد و بدعت، فسق وفجور اور اعمال سئیہ کی آلودگیوں سے پاک ہو ا اور یہ بھی کہ وہ فرائض وسنن اور مستحبات کا ادا کرنے والا محرمات اور مکروہات اور مشتبہات سے پرہیز کرنے والا ہو۔ پس ایسا پاکباز متبع سنت شیخ آنحضرت ﷺ (خزانہ روشنی) سے قلبی تعلق رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے نور حاصل کرے اور اس کی انعکاسی شعاعیں مرید کے آئینہ صافی پر ڈالے۔

۲۔ بلب کے اندر کی تار:۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ بلب کا خالی خول وائرنگ سے روشنی نہیں حاصل کرتا بلکہ اس کے اندر

ایک باریک سی تار ہوتی ہے اور بجلی کی کیفیت سے متکیف ہوتی ہے تو پھر جا کر روشنی لیتی ہے۔ پس دل کا زندہ ہونا بھی ضروری ہے۔

۳۔ دل سے مراد:۔ دل دو معنی پر بولا جاتا ہے ایک تو صنوبری شکل کا گوشت کا ٹکڑا ہے اس کی بیماری کا سمجھنا اور علاج کرنا اطباء کے متعلق ہے۔ دوم دل اس لطیفہ غیبی اور نور ربانی پر بولا جاتا ہے۔ جو خالق حکیم نے اس گوشت کے ٹکڑے میں رکھا ہے، یہ دل ربانی لوگوں کا مقصود ہوتا ہے۔ پس اس کی زندگی بھی لازمی ہے

باقی رہا بلب کا خول۔ سو وہ ظاہر شرع کے احکام ہیں۔ جو اس نور ربانی کے حامل ہیں۔ پس اگر دل میں جو انوار ربانی کا محل ہے۔ ایمان و خلوص نیت اور اللہ کی اطاعت و محبت ہے۔ تو وہ زندہ اور تندرست ہے اور اگر اس میں ایمان نہیں ہے تو وہ مردہ ہے اور اگر خلوص واطاعت نہیں ہے تو وہ بیمار ہے والذین فی قلوبھم مرض اور اس قسم کی دیگر آیات میں ایسے ہی امراض کا ذکر ہے۔

درجہ استکمال و تکمیل:۔ شرائط مذکورہ بالا کو پورا کرنے والا بلب ایک روشن اور چمکتا ہوا چراغ ہے کہ جس کہ کمرے میں موجود ہو۔۔ اس کمرے کو بھی اور جو لوگ اس کمرے میں موجود ہوں اور ان کی آنکھیں اس بلب کے سامنے ہوں۔ روشن کر دیتا ہے۔

اس طرح وہ دل جو شرائط مذکورہ بالا سے صحیح کنکشن کے ذریعے نور حاصل کرتا ہے۔ خود بھی روشن ہوتا ہے اور اپنے پاس بیٹھنے والوں کو بھی روشنی بخشتا ہے۔

بلب کے اندر اور باہر:۔ پھر آپ نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ باورچی خانے کے بلب عموماً دھوئیں اور مکھیوں کی وجہ سے باہر کی طرف سے گندے ہو جاتے ہیں، وہ بلب جملہ شرائط مذکورہ بالا کے پورا ہونے پر بھی دھندلی سی روشنی دیتا ہے۔ اس معلوم ہوا کہ جس طرح بلب کے خول کی اندرونی سطح کا صاف و بے داغ ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اس کی بیرونی سطح کی صفائی بھی بہت ضروری ہے اسی طرح بعض دل بذات خود تو روشن ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی انعکاسی شعاعیں دوسروں پر نہیں پڑ سکتیں کیونکہ بہت سی نفسانی کدورتیں اور حجاب ہیں کہ انہوں نے دل کو گندہ کر دیا ہوتا ہے۔ پس وہ دل باوجود روشن ہونے کے روشنی بخش نہیں ہو سکتا۔ پس کمال اسی دل میں ہے۔ جو بشرائط مذکورہ بالا خزانہ روشنی لیتا ہے اور ظاہر و باطن یعنی شریعت و طریقت کی باتباع سنت پابندی کر کے کامل طرح کی صفائی حاصل کر کے استکمال کے بعد تکمیل ناقصین بھی کرتا ہے۔ اللھم اجعلنی ھادیا مھدیا۔

درود شریف پڑھنے کے طریقے

۱۔ ایک طریقہ درود شریف پڑھنے کا یہ ہے کہ ہر روز نماز عشاء کے بعد صاف ستھرے لباس سے جو حلال کمائی سے حاصل کیا ہو ۔ ملبوس ہو کر اور تازہ وضو کر کے اور خوشبو لگا کر خلوت میں ہو کر شور و شغب سے توجہ میں خلل نہ پڑے صاف و ستھرا مصلیٰ بچھائے اور یہ درود شریف پڑھے

اللھم صل علےٰ سیدنا محمد والہ کما تحب وترضے۔

یعنی یااللہ ! تودرود بھیج اوپر سردار ہمارے محمد ﷺ اور آپ کی آل کے جس طرح کہ تو پسند کرے اور راضی ہو۔ ''

۲۔یا یہ درود شریف پڑھے:۔

اللھم صل روح علے سیدنا محمد فی الارواح وعلے جسد سیدنا محمد فی الاجساد اللھم صل قبر فی القبور۔

اے اللہ ! تودرود بھیج اوپر روح سردار ہمارے محمد ﷺ کے بیچ ارواح کے اور اوپر جسم مبارک سردار ہمارے محمد ﷺ کے بیچ اجسام کے۔ اللہ ! تودرود بھیج اوپر آپ ﷺ کی قبر کے بیچ قبروں کے۔

۳۔یا جمعہ کے روز (عصر اور مغرب کے درمیان) ایک ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے۔

اللھم صل علے سیدنا محمد النبی الامی

اے اللہ ! تودرود بھیج اوپر سردار ہمارے محمد ﷺ نبی امی کے۔

انشاء اللہ پانچ جمعہ تک جب مناسب روحانی پیدا ہو جائے گی تو گوہر مقصود سے دامن پر ہو جائیگا اور خواب میں اپنی جگہ بہشت میں دیکھ لے گا

عمل دیگر آنحضرت ﷺ سے قرب روحانی حاصل کرنے کے لئے سورت انا اعطیناک کا ورد بھی بہت موثر ہے و مجرب ہے کیونکہ اس میں آنحضرت ﷺ پر عطائے کوثر (نہر کوثر اور خیر کثیر) کا ذکر ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ شب جمعہ کو آداب مذکورہ بالا سے پاک وصاف مصلےٰ پر باوضو بیٹھے اور ایک ہزار بار یہ سورت مع بسم اللہ[1] کے پڑھے اور بغیر کلام اور دیگر تفکرات کے شوق زیارت کے چراغ روشن رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعائیں اور التجائیں کرتے ہوئے سوجائے۔ انشاء اللہ شرف زیارت سے مشرف [2] جائے گا۔

تنبیہہ:۔ اگر خدانخواستہ مراد حاصل نہ ہو تو۔ سمجھو کہ دو حال سے خال نہیں یا تو گناہوں کی نجاست سے پاکیزگی نہیں ہوئی۔ تو

---

[1] صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کو فرمایا کہ ابھی مجھ پر خدا نے ایک سورت نازل فرمائی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے بسم اللہ شریف ساتھ پڑھ کر باقی سورت صحابہؓ کو سنائی۔ اس سے معلوم ہوا بسم اللہ شریف جس جس سورت کے ابتدا میں مکتوب ہے وہ اس سورت کے ساتھ اتری ہے اسکی جز ہے۔۱۲ منہ

[2] یہ عملیات کتاب عملیات خاندان شاہ عبدالعزیز صاحبؒ دہلوی سے ماخوذ ہیں ۱۲ منہ

حضوری میں باریابی[1] نہیں ہو سکتی۔ پس گناہوں کو یاد کر کے جناب باری میں تضرع وزاری کرے اور توبہ استغفار کرے اور عمل جاری رکھے۔

یا یہ سمجھے کہ میرے ضعف کی وجہ سے عمل میں ضعف ہے۔ پس ہر شب جمعہ کو ایسا کرے حتیٰ کہ عمل میں قوت حاصل ہو کر مقصود حاصل ہو سکے۔ دیکھتے نہیں کہ آیت کریمہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظ المین۔

حضرت یونسؑ نے صرف ایک دفعہ پڑھی تھی اور اللہ تعالیٰ نے رحم کر دیا تھا۔ لیکن اب اس کا عمل سوا لاکھ مرتبہ کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت یونسؑ کی ایک آہ درد ہماری سوا لاکھ آہ سے بھی زیادہ مو ثر تھی۔ وہ نبی اللہ تھے اور ہم امتی ہیں۔ نبی اور امتی میں جو فرق مرتبہ کا ہے، وہ ظاہر ہے۔ محتاج بیان نہیں پس بجکم ۔

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید!

یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آمد!

کئے جاؤ کوشش میرے دوستو!

فیض سینہ بسینہ

مسلمانوں کی زبان سے ایک لفظ سینہ بسینہ اکثر سنا جاتا ہے جو ان معنوں میں بولا اور سمجھا جاتا ہے کہ کوئی علم ایسا بھی ہے۔ جو آنحضرت ﷺ نے الفاظ میں نہیں بیان کیا۔ اس لئے وہ احادیث میں منقول نہیں ہوا۔ بلکہ وہ آپ ﷺ خاص اوقات میں شاہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان جیسے بعض دیگر صحابہ کے سینہ پر القا کیا۔ جس سے وہ منور ہو گئے۔ انہی کے فیض و برکت سے سلسلہ بسلسلہ وہ علم مشائخ طریقت میں چلا آیا اور اب بھی وہ علم اسی طرح سے ا۔ب۔ت حروف تہجی والے الفاظ کے بغیر ایک سینے سے دوسرے سینے میں منتقل ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات ان سے ایسے امور بھی واقع ہو جاتے ہیں جو اہل ظاہر کی نظر میں خلاف شریعت ہوتے ہیں۔

محبان طریقت تو اسے تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ اپنے طریق کی بنا ہی اس پر سمجھتے ہیں لیکن پیروان، شریعت اس کا انکار کرتے ہیں کہ کوئی ایسا علم جو قرآن و حدیث میں صریحاً یا اشارۃً مذکور نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہو سکے کیونکہ حق جل وعلا نے ذات

1۔ گناہوں کی نجاست تو بہت بری بلا ہے۔ پرانے اہل دہلی میں تو یہ بھی مشہور تھا کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کو حضور سرور کائنات ﷺ کی حضوری کا مرتبہ حاصل تھا۔ ایک دفعہ آپ کے ہاں کوئی مہمان آیا اور وہ حقہ پیتا تھا۔ خادم اس کے لئے کہیں سے حقہ لے آئے۔ لیکن خادمیوں کو اس حقہ کا مکان سے نکال دینا یاد نہ رہا۔ کئی روز کے بعد حضرت شاہ صاحب سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ مکان میں حقہ ہے۔ اس لئے ہم اس جگہ تشریف فرما نہیں ہو سکتے۔ ۱۲ منہ

قدسی کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان اپنا رسول اور سفیر بنایا اور اپنی خصوصی وحی سے آپ ﷺ کو علم دیا۔ اپنا پاک کلام آپ ﷺ پر اتارا اور ان پیغامات و احکام کی تبلیغ آپ ﷺ کا فرض قرار دیا۔ چنانچہ فرمایا۔

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ (مائدہ پ ٦)

یعنی اے (میرے عظیم الشان) رسول ﷺ جو کچھ آپ ﷺ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے اتارا جاتا ہے۔ وہ (سب کا سب) پہنچادیں۔ یعنی اس کی تبلیغ (بندوں کو) کر دیں۔ اور اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا۔ یعنی اگر تبلیغ نہ کی۔ تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت کی تبلیغ نہیں کی۔"

یعنی اس کے پیغامات اس کے بندوں تک پہنچادینے کے منصب کو سرانجام نہ دیا۔ اور اپنا منصب تبلیغ رسالت پورا نہ کیا۔

اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں سب حاضرین سے جن کی تعداد (کم وبیش) ایک لاکھ یا سوا لاکھ تھی۔ بطور شہادت لینے کے پوچھا۔ ھل بلغت یعنی کیا میں نے تم کو تبلیغ کر دی! تو صحابہؓ نے جواب میں کہا کہ ہاں حضور! آپ نے دین الٰہی پہنچادیا اور کامل خیر خواہی سے پہنچایا۔ (صحیح بخاریؒ وغیرہ)

پس صحابہؓ نے جن میں حضرت علیؓ بھی موجود تھے۔ اسی وصیت کی رو سے دین کی تبلیغ کی اور انہی کی تبلیغی روایات کا نام حدیث ہے جن کی باقاعدہ تدوین خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ نے حکم سے شروع ہوئی اور آج وہ ہمارے پاس موطا امام مالکؒ اور صحیح بخاریؒ اور صحیح مسلمؒ وغیرہ کتابوں کی صورت میں موجود ہیں۔ پس کوئی ایسا علم جو قرآن وحدیث میں مذکور نہیں یا اس سے ماخوذ نہیں ذات اقدس ﷺ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا بغیر زبان کی گویائی اور کان کی شنوائی کے آنحضرت ﷺ سے کو علم منقول نہیں۔

فیض سینہ بسینہ کا صحیح مفہوم:۔ ہاں آپ ﷺ کے سینہ فیض گنجینہ کے انوار جو دوسرے قابل دلوں پر منعکس ہوتے تھے اور ان میں ایک باطنی کیف پیدا کر کے اسے منور کر دیتے تھے۔ ان سے انکار نہیں ہو سکتا اور ہم فیض سینہ بسینہ کے ان معنوں میں ہونے اور سلسلہ بسلسلہ بزرگان دین میں برابر چلے آنے کو برابر مانتے ہیں اور اسی کے ثابت کرنے اور سمجھانے کے لئے ہم نے عنوان کو مقرر کیا ہے۔ واللہ الھادی!

طریقت اور شریعت میں مخالفت نہیں ہو سکتی:۔ شریعت وطریقت میں مخالفت کا ہونا گو کبھی ہو۔ یہ امر بھی باطل ہے کیونکہ جس امر کو خدا تعالیٰ نے بواسطہ اپنے رسولوں کے علی الاعلان الفاظ میں ظاہر کیا اور اس کی فرمانبرداری بندوں پر لازم کر دی اور اس کی نافرمانی سے اپنی ناراضی صاف وصریح الفاظ میں ذکر کر دی۔ اس کی خلاف ورزی اس کو کس طرح پسند آسکتی ہے۔ پس اگر طریقت خدا رسی کے طریق کا نام ہے۔ تو اس کا شریعت کے مطابق وموافق ہونا لازمی ہے۔ اسی لئے اہل طریقت بزرگوں کا (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) متفقہ قول کہ طریقت بغیر شریعت کے زندقہ وبیدینی ہے۔

یہ بات اتنی مسلم اور مشہور ہے کہ ہم کو اس کے لئے ان اقوال کے نقل کرنے اور کتابوں کے حوالے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ۔مولانا روم صاحبؒ نے مثنوی شریف میں اور خواجہ علی ہجویریؒ لاہوری نے کشف المحجوب میں اور سید عبد القادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب میں اور حضرت مجدد صاحبؒ نے اپنے مکتوبات میں نہایت صفائی سے اسے بیان کیا ہے۔

محاکمہ

یہ ذرہ بے مقدار (بدنام کنندۂ نکونامے چند) متبع سنت ہو کر اہل طریقت سے بھی عقیدت و محبت رکھتا ہے۔ان دونوں فریقوں کی نزاع کو یوں مٹانا چاہتا ہے کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہمارے پاس آنحضرت ﷺ کی تبلیغ صرف قرآن وحدیث کی صورت میں ہے اور ان ہر دو سے باہر ہم کسی چیز کو آنحضرت ﷺ کی طرح منسوب نہیں کر سکتے۔

کیونکہ جب ہر دو منجانب اللہ ہیں اور ہر دو اللہ کے پاس پہنچنے کی سبلییں ہیں تو ان میں مخالفت کیوں ہو گی؟ اگر کسی کو نظر آتی ہے تو ہر دو (اہل شریعت و اہل طریقت) میں سے کسی طرف کی غلط فہمی ہے اگر ہر دو مقام صحت پر کھڑے ہوں تو دونوں مخالف نہیں ہو سکتی لیکن یہ کہنا یا سمجھنا کہ ایک سینہ سے دوسرے سینہ سے سینہ میں بغیر حرفوں کی تعلیم کے کچھ آ نہیں سکتا۔یہ خشکی اور بے ذوقی ہے

قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی

کا معاملہ ہے کیونکہ کیفیات ووجدانیات کا احساس صاحب کیفیت اور صاحب وجدان کے سوا کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا اور یہ وہ حقیقت ہے جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم صاحبؒ جو عالم عامل اور ولی کامل تھے

بیان توجہ میں فرماتے ہیں:۔

ومن لم یزق لم یدر۔یعنی جس نے چکھا ہی نہیں وہ کیا جانے اور کیا سمجھے؟ اسی اصول پر اللہ تعالیٰ نے منکرین نبوت محمد یہ ﷺ کو یوں خطاب کیا ہے۔افتمارونہ علی مایری (النجم پ 27)''یعنی تو کیا تم اس نبی ﷺ سے ایسے امر میں جھگڑا کرتے ہو۔جسے وہ (عیاناً سامنے) دیکھ رہا ہے''

اب اس امر کو اسی علم (معقول ومنقول) سے سمجھئے۔جس سے آپ مانوس ہیں کہ علم دو طرح پر ہوتا ہے۔حروف سے اور قلب سے کتابی علم حرفوں کے ذریعے اہل علم استاد سے حاصل ہوتا ہے اور قلبی علم اہل دل مرشد سے قلبی مناسبت پیدا کرنے اور زہد و عبادت اور مجاہدہ وریاضت سے ملتا ہے اور ان سب میں آداب شرعیہ کی رعایت اور اتباع سنت اس حد سے بڑھ کر کرنی پڑتی ہے جس حد تک آپ اپنی نماز وغیرہ عبادت کی صحت کے لئے کافی جانتے ہیں۔یہ تو خلاصہ مطلب ہے۔اب معقولاو منقولا اس کی تشریح کی مطالعہ

فرمایئے:

جس طرح اس مادی عالم میں ایک شے موثر بھی ہے کہ دیگر شے اثر ڈالتی ہے اور کسی دوسری چیز کا اثر قبول بھی کرتی ہے۔ اسی طرح ایک قلب وروح انسانی دوسرے دل پر اثر ڈالتا بھی ہے اور دوسرے قلب سے اثر کو قبول کرتا ہے۔ اصل چیز تاثیر و تاثر کے لئے یہی دل ہے۔ باقی سب اعضا اس کے تابع ہیں کہ بلاتر دوتامل اور بلا وقفہ و مہلت اور بلا انکار و کراہت اسکی اطاعت کرتے ہیں۔ اس خاکدان دنیا میں ایسی اطاعت کسی اور جگہ نہیں ملے گی۔ بس یہی سمجھ لیجئے کہ خالق حکیم نے لشکر اعضا کی فطرت میں اپنے سلطان یعنی قلب کی نافرمانی رکھی ہی نہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں۔ القلب سلطان البدن یعنی" دل بدن کے باقی اعضا کا بادشاہ ہے۔" پس اعضا پر جو بھی اثر ہوتا ہے، وہ سب اسی کی وساطت سے ہوتا ہے اور اگر وہ بھی کسی دوسرے پر اثر ڈالتے ہیں تو اسی کے فیض سے ڈالتے ہیں۔

زبان کی تاثیر مسلم ہے۔ اس کی افسون گری دل پر ایسا قبضہ جما لیتی ہے کہ اسے کسی اور اپنے کے مطلب کا نہیں رہنے دیتی

سرور کائنات ﷺ خود افصح العرب تھے۔ کسی شاعر کی تقریر سن کر فرمانے لگے۔ ان من البیان لسحرا۔ یعنی بیان میں بھی جادو کا اثر ہوتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری [1] (مدظلہ) نے امرتسر میں اس عاجزی کی سب سے پہلی تقریر [2] سن کر فرمایا تھا۔

اثر لبھانے کا پیارے! تیرے بیان میں ہے
کسی کی آنکھ میں جادو تیری زبان میں ہے

لیکن جب اسکے بولے ہوئے الفاظ میں بولنے والے کی قلبی کیفیت بھی بسی ہوئی ہو۔ تو اس کا جذب لوہے کی زنجیر سے طاقتور ہو جاتا ہے، اسی معنی میں کہا گیا ہے۔

سخنے کہ از دل بیروں آید در دل جامی گیرد۔" یعنی جو بات دل سے نکلتی ہے۔ وہ دل میں جگہ پکڑتی [3] ہے"

اسی طرح آنکھ کی مقناطیسی کشش سے کون انکار کر سکتا ہے۔ جو ایک نظارے سے تڑپا دے اور ایک اشارے سے گھائل اور آسیب زدہ کی

طرح حیران و ششدر کر کے کھڑا دے۔ زمین پر ٹپکا دے۔

1۔ آپ بمقام سرگودھا انتقال فرما چکے ہیں۔(15 اپریل 1948ء) ۔

2۔ اس سے پیشتر آپ کو میری تقریر سننے کا موقع نہیں ملا تھا۔ یہ واقعہ اسلامی مجلس مناظرہ کے سالانہ جلسہ پر ہوا۔ جو گھنٹہ گھر کے قریب ہوا۔ جو گھنٹہ گھر کے قریب ہوا تھا۔12 منہ۔

۲۳ علامہ اقبال مرحومؒ نے فرمایا ہے" دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے "

اب سوال یہ ہے کہ زبان اور آنکھ محض اپنے گوشت اور جسم مادی سے اثر ڈالتے ہیں یا دل کی کیفیت سے متکیف ہو کر اپنا جادو چلاتے ہیں۔ اگر پہلی صورت ہے یعنی بغیر دل کے خود بخود موثر ہیں۔ تو یہ تاثیر ہر وقت کیوں نہیں اور اگر دوسری صورت ہے۔ جو واقعی ہے تو سلسلہ اسباب میں اصل موثر دل ہو اور دل آنکھ زبان وغیرہ اس کے آلات تاثیر ہوئے۔ وھذا ھو المراد۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ تمام اعضا دل کے فرمانبردار اور تحت ہیں اور وہ اسی سے اثر پذیر ہو کر حرکت کرتے اور اپنے فعل انجام دیتے ہیں۔ تو اب سمجھنا چاہیے کہ سینہ، آنکھ اور کان کی نسبت دل کے بہت قریب ہے بلکہ جملہ اعضائے بدن سے نزدیک ہے کیونکہ سینہ ظرف اور دل مظروف چنانچہ خالق اکبر فرماتا ہے:۔ فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ ''یعنی (ان بصیرتوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل اندھے ہیں۔ جو سینوں کے اندر ہیں ''

اور ظاہر ہے کہ ظرف و مظروف میں جو قرب و اتصال ہوتا ہے۔ دوسروں کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس سینہ دل کے جذبات کو ائف سے نسبت دیگر اعضا کے بہت جلد اور بہت زیادہ متکیف ہو جاتا ہے اور چونکہ سینہ میں نہ تو زبان کی طرح گویائی ہے کہ بول کر اثر ڈالے اور نہ آنکھ کی مثل بینائی ہے کہ دیکھ کر اور آنکھ سے آنکھ ملا کر کسی کو کھینچ سکے۔ اس لئے یہ کلام اور نظر سے اثر انداز نہیں ہوتا۔ بلکہ خالق حکیم نے اس میں دو دیگر قوتیں ودیعت کی ہیں۔ جن سے اپنے اعضائے بدن کے علاوہ بیرونی اشیاء (اجسام و قلوب) کو بھی مسخر کے ان پر حکومت جمالیتاہے اور ان کو اپنی کیفیت سے متکیف کر دیتا ہے۔

پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعصاب حاسہ (حس والے پٹھوں) میں قلبی کیفیات کو جذب کرنے کی دیگر سب اعصاب سے زیادہ رکھی ہے۔ اس لئے یہ قوت لامسہ کے ذریعے بھی اثر ڈالتا ہے۔ یعنی اگر عامل اپنے معمول کے سینے کو اپنے سینے سے لگادے اور پوری توجہ سے دبادے۔ تو عامل کے دل کی کیفیتیں معمول کے دل میں منعکس ہو جاتی ہیں۔ بشرطیکہ ان میں جذب و انجذاب کی قابلیت ہو۔ **دوسری** یہ کہ خدائے جبار نے اس میں ایک ایسا وصف بھی رکھا ہے کہ جب یہ خود نور و محبت الٰہی سے بھر جاتا ہے تو اس کے اندر ایک انبعاث (ابھار) پیدا ہوتا ہے۔ جو کبھی رقت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور صاحب دل زور زور سے رونے اور گڑ گڑانے لگتا ہے اور کبھی جوش کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور یہ اس کی جلالی حالت ہوتی ہے ایسی حالت میں اس سے نور کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ جو فیض کی خواہش اور قابلیت رکھنے والے دل پر اس کے سینہ کے گوشت اور ہڈیوں کو چیرتی ہوئی منعکس ہو جاتی ہیں۔ ایسی حالت میں لمس اور مس۔ یعنی سینے سے لگانے یا چھونے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ بس ایک جلالی توجہ ہی کام کر جاتی ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں شیخ کے سامنے ہونے کی بھی حاجت نہیں۔ بلکہ مسافت بعیدہ سے بھی اثر ہو سکتا ہے

وجربت ذلک مرارا والحمد اللہ۔یشھد بذلک من وقع علیہ ھذا الحال من مخلص ھذا العبد الاثیم [1]

اگر مرشد کے دل کی کیفیتیں اور اس کے جذبات پاک ہیں اور وہ انوار قدسیہ سے منور ہے اور مرید کا دل بھی کدورت نفسانیہ سے پاک ہوتے ہوئے انوار قدسیہ کا طالب وخواہشمند اور اس کے فیض کے حاصل کرنے کے قابل ہے۔ تو اس میں بھی اس کی رسائی بھر نور بھر جاتا ہے۔ چنانچہ یہ مضمون اہل طریقت واشارات کے طریق پر اس آیت سے سمجھا جاسکتا ہے۔

انذل من السماء ماء فسالت اودیتہ بقدرھا۔(رعد پ 13)

"یعنی حق تعالیٰ آسمان کی طرف سے بارش اتارتا ہے۔ تو وادیوں میں بقدر ان کی وسعت کے پانی بہ پڑتا ہے۔

اس اثر کو اہل طریقت کے ہاں تصرف کرنا یا فیض وبرکت بخشنا کہتے ہیں اور آئندہ ہم اسے اسی نام سے ذکر کریں گے انشاء اللہ۔

تنبیہ :۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحب ارشادات رحیمیہ" میں فرماتے ہیں:۔ طریقہ توجہ خواجگان (قدس اللہ اسرارہم)

و آں توجہ را تصرف نامند بریں وجہ است کہ بدل متوجہ دل طالب شوند و از راہ گذران ارتباط اتصال واتحاد سے میان دل ایشاں و باطن آں طالب واقع می شود، وبطریق انعکاس از دل ایشاں پرتو بر باطن دے می تابد اویں صفتے است کہ ناشی از استعداد ایشاں ست ، کہ بطریق انکاس در آئینہ استعداد آں طالب ظاہر شدہ، اگر ایں ارتباط متصل شود آنچہ بطریق انعکاس حاصل شدہ بعد صفت دوام پذیرد، وتبین شرائط تصرف دو قائق آں وتفصیل روش آں بگفتن مرشد تعلق دارد۔ ومنقول است از حضرت خواجہ محمد یحیٰ پسر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار (قدس

۔

تعالیٰ اسرارھما) کہ ارباب تصرف بر انواع اند، بعضے ماذون و مختار کہ باذن حق سبحانہ وتعالیٰ وباختیار خود ہر گاہ کہ خواہندہ تصرف کنندہ واور ابمقام فنا بیخودی رسانند وبعضے دیگر ازاں قبیل اند کہ باجود قوت تصرف جز بامر غیبی تصرف نکنند۔ تا از پیشگاہ مامور نشوند بکسے توجہ نکنند وبعضے دیگر آنچناں کہ گاہ گاہ صفتے وحالتے بر ایشاں غالب شود ودر غلبہ آں حال در باطن مرید تصرف کنندہ واز حال خود ایشاں را متاثر سازند۔ پس

کسے کہ نہ مختار بودونہ ماذون ونہ مغلوب، از وچشم تصرف نباید داشت (ارشادات رحیمہ)

)ترجمہ) توجہ خواجگان کا طریقہ (اللہ تعالیٰ ان کے بھیدوں کو پاک کردے (اور وہ اس توجہ کا نام تصرف رکھتے ہیں۔ یہ ہے کہ اپنے

---

[1] الحمد اللہ میں نے اس کا کئی بار تجربہ کیا ہے۔ اس گنہگار بندے کے مخلص دوستوں میں سے جن پر یہ کیفیت گزری ہے۔ وہ اس کی گواہی دیں گے

سارے دل سے طالب کے دل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ارتباط کی وجہ سے ان کے دل میں اور طالب کے دل میں اتصال و اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بطریق انعکاس ان کے دل سے اس (طلب) کے باطن پر پر تو پڑتا ہے اور یہ ایک ایسی صفت ہے جو ان (بزرگوں) کی استعداد کے آئینہ میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ اگر یہ ارتباط متصل ہو جائے۔ تو جو کچھ بطریق انعکاس حاصل ہوا تھا وہ دوام کی صفت پکڑ تا لیتا ہے اور شرائط تصرف اور اس کی باکیوں کا بیان اور اس کے طریقہ کی تفصیل مرشد کے بتانے کے متعلق ہے۔ اور حضرت خواجہ محمد یحیٰ بن حضرت عبید اللہ (قدس اللہ اسرارھما) سے منقول ہے کہ اصحاب تصرف کئی قسم پر ہیں۔ بعضے ماذون و مختار ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے اذن اور اپنے اختیار سے جب چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں اور اس (طالب) کو مقام فنا اور بیخودی پر پہنچا دیتے ہیں اور بعض دوسرے اس قسم کے ہیں کی باوجود قوت تصرف کے سوائے امر غیبی کے تصرف نہیں کرتے۔ جب تک درگاہ الہی سے مامور نہ ہوں کسی کو توجہ نہیں دیتے اور بعض دیگر اس طرح کے ہیں کہ ان پر کبھی کبھی کوئی صفت یا کوئی حالت غالب ہو جاتی ہے۔ تو اس غلبہ حال کے وقت مرید کے باطن میں تصرف کرتے ہیں اور انکو اپنے حال سے متاثر کر دیتے ہیں۔ جو شخص نہ مختار ہو اور نہ ماذون ہو اور نہ مغلوب ہو اس سے تصرف کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ "

تنبیہہ:۔ اس فیض و برکت کا ذکر کتب سابقہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی نسل کے انبیائے بنی اسرائیل کے حالات میں بھی[1] ملتا ہے اور اسے انگریزی میں (توگو بلیسنگس To Give Blessings (کہتے ہیں۔ یعنی کسی کو فیض و برکت بخشنا۔

تقریب مقصد

گذشتہ تمہید اور تفہیم کے بعد ہم اپنے مقصود کو احادیث صحیحہ اور واردات نبویہ سے ثابت کرتے ہیں:۔

حدیث اول:۔ (صحیح بخاری کتاب الوحی و کتاب التفسیر) غار حرا میں جب آنحضرت سرور انبیاء ﷺ کو خلعت نبوت سے نوازا گیا حضرت جبرائیلؑ نے آپ سے کہا۔ اقراء۔ یعنی پڑھئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ما انا بقاریء۔ "یعنی میں پڑھا ہوا نہیں۔" اس پر جبرائیلؑ نے آپ ﷺ کو تین دفعہ (یکے بعد دیگرے) اپنے سینے سے لگایا اور زور سے دبایا۔ اس طرح تین بار کرنے کے بعد اقراء باسم ربک الخ یعنی سورت علق کی پانچ ابتدائی آیتیں پڑھائیں عطائے نبوت پر یہ سب سے پہلی وحی ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اس سینے سے لگانے اور دبانے کے متعلق سورت علق کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

---

[1] حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب (رحمتہ اللہ) نے اس موقع پر جلدی سے کام لیا کہ اخبار اہل حدیث کے اس پرچہ میں یہ مضمون شائع ہوا تھا۔ یہ نوٹ لکھ دیا۔ "سنت مطہرہ سے اس کا ثبوت چاہیے" (اہلحدیث) گزارش ہے کہ اگر آنجناب اگلا صفحہ ملاحظہ فرمالیتے ہیں تو آپ کو یہ لکھنے کی ضرورت پڑتی۔ کیونکہ اگلے صفحہ پر اسی مطالبہ کو سنت مطہرہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ فافہم 12 منہ

نکتہ) دوم آنکہ تاثیر حضرت جبرئیلؑ درروح ایشاں بواسطہ افشرون درگرفتن نہایت مرتبہ کمال ثابت وراسخ کردند۔(ص 245)

(ترجمہ)دوسرا(نکتہ) یہ ہے کہ حضرت جبرئیل فرشتہ کی تاثیر آنحضرت ﷺ کی روح پاک میں جھنجھوڑنے اور بغل میں لینے کے ذریعے

کمال کے آخری مرتبہ میں جائے گیر وپختہ کردی۔(245)

اس کے بعد تاثیر وتوجہ کے اقسام اربعہ باتفصیل بیان کرتے ہیں کہ وہ چار ہیں۔

اول دوم سوم چہارم

القائی اصلاحی اتحادی

پھر اس قسم چہارم یعنی اتحادی کی تفصیل میں فرماتے ہیں۔چہارم تاثیر اتحادی کہ شیخ روح خود دراکہ حامل کمالست باروح مستفید بقوت تمام سازد۔تاکمال روح شیخ باروح مستفید انتقال نماید،وایں مرتبہ اقویٰ ترین انواع تاثیر است چہ ظاہر است کہ بحکم اتحاد روحین ہرچہ درروح شیخ بروح تلمیذ میرسد۔وباربار حاجت استقادہ نمی ماندودر اولیاء اللہ ایں قسم تاثیر بہ ندرت واقع شدہ۔(صفحہ 245)

(ترجمہ) چوتھی قسم تاثیر اتحادی ہے کہ شیخ(پیر حقانی)اپنی روح کو جو کمال کی حامل ہے،فیض حاصل کرنے والے(مرید)کی روح کے ساتھ پوری قوت سے متحد کردیناہے۔تاکہ شیخ کی روح کا کمال مستفید کی روح میں منتقل ہو جائےاور یہ مرتبہ تاثیر کی اقسام میں سے سب سے زیادہ قوی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ہر دوروحوں کے اتحاد سے جو کمال کے شیخ کی روح میں ہےوہ تلمیذ(مرید باصفاو شاگرد رشید) کی روح میں پہنچ جاتاہےاور بار بار استفادہ کی حاجت نہیں رہتی اور اس قسم کی تاثیر اولیاءاللہ میں بھی گاہے بگاہے واقع ہوجاتی ہے "

حضرت مجددصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کامل حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایساہی ایک واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

"بالجملہ تاثیر حضرت جبرئیلؑ دریں افشردن تاثیر اتحادی بو کہ روح لطیف خودراازراہ مسام بدن درون آنحضرت ﷺ داخل فرمودہباروع مبارک متحد ساختنتدوچوں شیر وشکر بہم آمختیتندوحالت عجیب درمیان بشریت وملکیت پیدا شد نمی آید۔(صفحہ 245,246)

)ترجمہ)غرضیکہ اس جھنجھوڑنے میں حضرت جبرائیلؑ کی تاثیر اتحادی تھی کہ انہوں نے اپنی لطیف روح کو آنحضرت ﷺ کے بدن مبارک میں مساموں کے رستے آپ ﷺ کی روح مبارک کے ساتھ متحد کردیاہےاور ان کو شیر وشکر کی طرح ملا دیااور

بشریت وملکیت کے درمیان ایک ایسی عجیب حالت پیدا ہو گئی جو زبان قال میں نہیں آسکتی۔ '

بس اسے وہی دل سمجھ سکتا ہے جس پر وہ حالت طاری ہوتی ہے کیونکہ زبان کوائف سے ناآشنا ہے۔ خدا تعالیٰ نے وجدان کے لئے دل پیدا کیا ہے۔ نہ زبان۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے جد امجد شاہ عبد الرحیم صاحبؒ ارشادات رحیمیہ صفحہ ۲۲ میں فرماتے ہیں:۔

ومن لم یذق لم یدر

یعنی جس نے چکھا ہی نہیں وہ نہیں جان سکتا؟

زبان محسوسات کا مزہ چکھنے کے لئے ہے۔ دماغ معقولات کے سمجھنے کے لئے ہے اور وجدانیات وکوائف روحانیہ ولطائف قلبیہ کے لئے خالق اکبر نے دل پیدا کیا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ہر عضو کا فعل الگ الگ رکھا ہے۔ ایک کو دوسرے کے فعل سے کوئی واسطہ نہیں۔

اللھم اذقنا من حلاوۃ افضالک وافض علینا من برکاتک واشرح صدورنا ونور قلوبنا بانوارک

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم !

چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

حدیث دوم:۔ چشمہ فیض وبرکت رسول کریم ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں:۔

ضمنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی صدرہ وقال اللھم علمہ الحکمۃ ومن طریق ابی معمر اللھم علمہ الکتاب [۱]

"یعنی مجھ کو (مصدر فیض وکرم) حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے سینے مبارک سے لگایا۔ اور یہ دعا دی۔ باری تعالیٰ! اسے حکمت (سمجھ کی درستی) عطا کر اور ابو معمر کی روایت میں یوں ہے کہ اسے اپنی کتاب (قرآن مجید) کی سمجھ عطا کر۔"

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ قرآن شریف کے فہم میں صحابہؓ میں ممتاز تھے۔ یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کے سینہ مبارک سے لگنے اور آپ ﷺ کی دعا کی برکت تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ مجتہدین صحابہؓ میں سے ہیں۔ ان کا قول فتح الباری میں منقول ہے۔

نعم ترجمان القران ابن عباسؓ [۲] "یعنی حضرت ابن عباسؓ بہت اچھے ترجمان قرآن ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب المناقب۔ ۱۲ منہ

فتح الباری جزء ۷ ص ۲۲ مطبوعہ دہلی ۱۲ منہ

الغرض یہ احادیث اور ان جیسی دیگر احادیث ہمارے مقصد صدری کے ثابت وواضح کرنے میں بالکل صاف ہیں۔اس کے بعد ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا سینہ مبارک تو تھا ہی مصدر فیض و کرم۔آپ کی یہ فیض گستری تو اتنی زبر دست اور موثر تھی کہ آپ ﷺ ایک ایک جزو بدن اطہر حتی کہ آپ کا بال بال بلکہ آپ ﷺ کے جسد مبارک کے عوارض و متعلقات وفضلات بھی موجب فیض و برکت تھے. پڑھتے جایئے اور گنتے جایئے۔

دست مبارک کی برکات

ا۔حدیث اول:۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضور ﷺ نے یمن میں قاضی مقرر کرکے بھیجنا چاہا۔انہوں نے عرض کیا۔حضور!میں نے یہ کام کبھی کیا نہیں۔یعنی مجھے سابقاً اس کا تجربہ ومشق نہیں۔حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ مبارک پر ہاتھ مارا اور دعا کی:۔

اللھم اھد قلبہ وسدد لسانہ۔یعنی باری تعالیٰ اس کے دل کو اور اسکی زبان کو پختہ (حق ترجمان) رکھ اور ساتھ یہ ہدایت بھی فرمائی کہ جب تک دوسرے فریق کی بات سن نہ لیا کرو۔تب تک دونوں فریقوں کے فیصلہ کا حکم نہ سنایا کرنا۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:۔

افو اللہ ما شککت بعدھا فی قضاء بین اثنین

اللہ کی قسم اس واقعہ کے بعد مجھے کبھی دو فریقوں میں فیصلہ کرنے کے متعلق شک وتر لاحق نہیں ہوا۔

اور حضرت علیؓ کا یہ کمال صحابہؓ میں عام طور پر مشہور و مسلم تھا چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمر فاروقؓ کا قول منقول ہے۔افضانا علی [1]

''،، یعنی ہم (جماعت صحابہؓ) میں سے حضرت علیؓ سب سے بڑے قاضی ہیں۔ ''

حضرت علیؓ میں یہ کمال آنحضرت ﷺ کے دست مبارک اور دعا کی برکت سے تھا۔

۲۔حدیث دوم:۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی جب مشرف باسلام ہوئے۔تو آنحضرت ﷺ نے ان کو ذی الخلصہ بت خانے کے گرانے پر مامور فرمایا۔انہوں نے عرض کیا حضور!میں گھوڑے کی پشت پر قائم نہیں رہ سکتا یعنی میں پختہ سوار نہیں ہوں گر پڑتا ہوں۔آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر مارا اور دعا دی۔اللھم ثبتہ واجعلہ ھادیا مھدیا [۲] یعنی اے اللہ!(اسے گھوڑے پر) قائم رکھیو اور اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنائیو۔حضرت جریرؓ کہتے ہیں۔فما وقعت عن فرسی بعد۔یعنی میں

اس کے بعد پھر کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔

خاتمۃ الحفاظؒ نے اس حدیث کی شرح میں امام حاکمؒ سے بتفصیل نقل کیا۔

کہ (جب) حضرت جریرؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں گھوڑے پر سے گر پڑنا عرض کیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''نزدیک آؤ'' حضرت جریرؓ نزدیک ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھا اور چہرے سر اور سینے پر پھیرتے ہوئے زیر ناف تک پہنچے۔ پھر (دوبارہ) ان کے سر پر دست مبارک رکھا اور پشت پر پھیرتے ہوئے زیر کمر تک پہنچے اور پہلے کی طرح دعا دی۔ اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

فکان ذلک للتبرک بیدہ المبارکۃ۔ ''یعنی یہ اپنے دست مبارک سے برکت دینے کے لئے تھا۔

۳۔ **حدیث سوم**:۔ مسند داریؒ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائی اور کہنے لگی۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے اس بیٹے کو جنون ہے۔ جو اسے دن کے کھانے اور رات کے وقت گرفت کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے سینہ کو مسح کیا۔ یعنی اس پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا کی۔ اس لڑکے نے خوب کھل کر قے کی اور اس کے پیٹ سے ایک شے (کوئی) بلا کتے کے پلے شکل کی نکلی اور دوڑ گئی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۳۳)

۴:۔ **حدیث چہارم**:۔ ابوالحقیق ابورافع آنحضرت ﷺ کے جانی دشمنوں میں سے تھا۔ آنحضرت ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا اور خیبر میں جا کر اسے مرکز شرارت بنا رکھا تھا۔ قبیلہ خزرج کے غیرت مندوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کی سزا دہی کی اجازت مانگی اور پانچ بہادر جن کا سردار عبد اللہ بن عتیک ا تھا روانہ ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن عتیکؓ نے اس کی کا کام تمام کر دیا۔ واپسی پر سیڑھی سے پاؤں اکھڑ گیا، اور اپنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ان کے ساتھی ان کو پٹی باندھ کر اور ان کو اٹھا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔۔ حضرت عبد اللہ کہتے ہیں، کہ میں نے یہ ماجرا آنحضرت ﷺ سے عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا، ابسط رجلک، یعنی اپنا پاؤں (سیدھا کر کے) پھیلاؤ۔ فمسحا آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے مسح کیا، یعنی اس پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ فکانما لم اشتکھا قط یعنی تو میں ایسا صحیح سلامت ہو گیا۔ کہ مجھے اس کے متعلق کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ (رواہ البخاریؒ) ۲۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بے نظیر کتاب شفا میں آنحضرت ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے پانی۔ غلہ اور کھانے میں کثرت ہو جانے کے متعلق صحیح بخاری مسلم، موطا امام مالکؒ، جامع ترمذی وغیرہ کتب حدیث سے حضرت انسؓ، حضرت جابرؓ اور

ا سیرت ابن ہشام یہ ذکر بالتفصیل مذکور ہے (جلد ۲ ص ۲۰۹ علی ہامش الروض الانف۔ ۱۲ منہ

۲ مشکوۃ باب المعجزات ص ۵۲۵، ۵۲۴۔ ۱۲ منہ

حضرت ابن مسعود کی روایات ذکر کی ہیں۔ جن کی نقل موجب طوالت [1] ہے

لعاب مبارک کی برکت

لعاب (آب دہن) ایک قسم کا فضلہ ہے جو زبان کی جڑ کے نیچے کے دو سوراخوں سے منہ میں آتا رہتا ہے تاکہ زبان اور منہ ہر وقت تر رہے۔ ہر چند کہ یہ ایک فضلہ ہے۔ لیکن نہایت کار آمد ہے اور چونکہ زبان کی جڑ سے پیدا ہوتا ہے اور پیغمبران خدا کی زبان وحی الٰہی کی ترجمان ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں یمن و برکت ہوتی ہے [2]۔ یہی وجہ ہے کہ تسبیح و تہلیل وغیرہ اذکار اور تلاوت قرآن مجید اور درود شریف میں مشغول رہنے اور خطبہ و تذکرہ اور خلق اللہ کو ارشاد و ہدایت اور تفسیر وحدیث کی تدریس میں لگے رہنے سے بزرگان دین کے لعاب و دم میں بھی برکت پیدا ہو جاتی ہے اور ان سے بیمار شفاء پاتے ہیں [3]

اس کے برخلاف جن لوگوں کی زبانیں جھوٹ۔ بیہودہ بکواس، گالی گلوچ غیبت و بدگوئی اور دیگر منکر باتوں میں لگی رہتی ہیں، ان کے لعاب میں ایک روحانی زہر پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے باعث ضرر ہو جاتا ہے بلکہ ان کا سانس بھی اس سے متکیف ہو جاتا ہے۔ جس طرح کسی کو مسوڑھوں میں یا منہ کے اندرونی حصے میں کوئی طبی و خلطی بیماری ہو یا زخم کے سبب اس میں پیپ پڑ گئی ہو۔ تو اس کا لعاب دوسروں کے لئے موجب حدوث مرض ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کا سانس بھی خطرناک ہو جاتا ہے۔

اس تمہید کو سمجھ جانے کے بعد احادیث ذیل کو مطالعہ فرمائیں:۔

پہلی حدیث:۔ جنگ خیبر کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو جھنڈا دینے کے لئے یاد فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ ھو یارسول اللہ یشتکی عینیہ۔ یعنی حضور! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ ﷺ نے بلوایا۔ فبصق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی عینیہ۔ (یعنی) آنحضرت ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں میں تھوکا۔ فبرء حتے کان لم یکن بہ وجع (یعنی) پس آپ کو عافیت ہو گئی۔ گویا کہ آپ کو کوئی تکلیف و بیماری تھی ہی نہیں۔ [4] (متفق علیہ صفحہ ۱)

دوسری حدیث:۔ صحیح بخاریؒ میں یزید بن ابی عبید کی روایت ہے کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع (صحابیؓ) کی پنڈلی پر ضرب کا نشان دیکھا۔ میں نے پوچھا اے ابو سلمہ! یہ ضرب کیسی ہے؟ فرمایا یہ وہ ضرب ہے جو مجھے خیبر (کی لڑائی) کے دن لگی تھی۔ جس پر

---

۱ شفاء قاضی عیاضؒ، طبوعہ قسطنطینیہ جلد اول ص ۲۴۰ سے ص ۲۴۶ تک۔ ۱۲ منہ

۲ مستفاد از مفرح القلوب شرح قانونچہ دوم ص ۱۱۳۔ ۱۲ منہ

۳ یہ امور اس کثرت سے مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں کہ انکار کی گنجائش نہیں۔ ۱۲

۱ مشکوٰۃ ص ۵۵۶،۵۵۵ باب مناقب علی بن ابی طالبؓ۔ ۱۲ منہ

لوگ کہتے تھے کہ سلمہ مر گیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے اس پر تین دفعہ تھوکا۔ پھر مجھے اس ساعت تک شکایت نہیں ہوئی۔(مشکوۃ صفحہ ۵۲۲)

حضور ﷺ کے پسینہ میں خوشبو

پسینہ ہضم رابع کا فضلہ ہے۔ جس سے رفیق مواد خارج ہوتے ہیں اور وہ بدبودار ہوتا ہے۔ لیکن حبیب خدا ﷺ کا پسینہ بھی خوشبودار تھا۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کبھی اپنے خادم خاص حضرت انسؓ کے گھر جاتے تو ان کی والدہ حضرت ام سلیمؓ آپ ﷺ کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیتیں۔ اور آپ اس پر قیلولہ فرماتے۔ آنحضرت ﷺ کو پسینہ [1] زیادہ آتا تھا حضرت ام سلیمؓ حضور ﷺ کے پسینہ کو ایک شیشی میں لے لیتیں اور کسی دوسری خوشبو میں ملا کر اپنے پاس رکھتیں (اور نئی دلہن یا لڑکیوں کو بطور تحفہ دیتیں) آنحضور ﷺ نے (ایک دن) دریافت کیا۔ ام سلیمؓ! یہ کیا؟ (کرتی ہو) اس نے عرض کیا حضور! (میرے ماں باپ آپ پر سے قربان ہوں) ہم اسے دوسری خوشبو میں ملا دیتی ہیں تو وہ بہت عمدہ (قسم کی) خوشبو [2] ہو جاتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم اس سے اپنے بچوں کے لئے برکت کی امید رکھتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اصت یعنی ام سلیمؓ تو نے ٹھیک کیا۔(متفق علیہ [3])۔ آنحضرت ﷺ کے خادم حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی رنگت نہایت روشن تھی اور آپ ﷺ کے پسینہ (کے قطرے) گویا کہ موتی (دانے) تھے چلنے کے وقت کچھ آگے کو جھک کر چلتے اور میں نے ریشم یا پٹ آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم نہیں چھوا اور نہ کوئی کستوری نہ منبر۔ آپ ﷺ کے (جسد مبارک) کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار سونگھی۔(متفق علیہ) مشکوۃ صفحہ ۵۰۸۔۵۰۹)

۳۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ پیشین (ظہر) کی نماز پڑھی۔ آپ (مسجد سے) گھر کو نکلے۔ تو میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ ہی نکلا۔ سامنے سے آپ ﷺ کو (رستہ میں) چند بچے آتے ہوئے ملے۔ آپ ﷺ نے (بکمال شفقت و محبت) ایک ایک کے چہرے پر دست مبارک پھیرا اور میرے چہرے پر بھی پھیرا۔ میں نے آپ ﷺ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی۔ کہ گویا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک کسی عطار کے ڈبے سے نکالا

---

1 یہ صحت مزاج اور قوت بدن کی علامت ہے۔۱۲ منہ

2۔ یعنی اس کی صفات وصفت ہی اور ہو جاتی ہے۔۱۲ منہ

3۔ صحیحین کی روایات کو جمع کر کے بطور حاصل مطلب کے لکھا ہے۔۱۲ منہ

ہے۔)مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۹)

۹۔اسی طرح جامع ترمذی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ جس رستے سے چلتے تھے۔آپ ﷺ کے بعد کا چلنے والا پہچان لیتا تھا کے حضور ﷺ اس رستے سے گزرے ہیں۔آپ ﷺ کی خوشبو کی وجہ سے۔"(مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۹)

الغرض حضور انور ﷺ سراپا برکت تھے اور سب انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے سبب ہر امر میں یمن وبرکت والے ہوتے ہیں۔چنانچہ حضرت عیسیٰ کی زبانی نقل کیا کہ انہوں نے آغوش مادر میں کہا۔وجعلنی مبارکا اینما کنت۔یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو صاحب برکت بنایاہے۔جہاں کہیں میں ہوں۔(زمین پر یا آسمان پر۔سفر میں یا حضر میں)اور حضرت ابراہیم واسحاق (علیہاالسلام) کے حق میں فرمایا:۔وبارکناعلیہ وعلے اسحق۔(صافات پ 23 (یعنی" ہم نے برکت رکھی اس پر یعنی ابراہیمؑ پر اور اسحاق پر (بھی)"۔

اور اہل صلاحیت کے دم قدم کی برکت سے بیماریوں اور آفتوں کا دور ہونااور بارشوں کا بوقت ضرورت برسنااور رزق ومال میں افزائش احادیث صحیحہ مرفوعہ اور آثار صحابہ اور دیگر بزرگان دین کے واقعات سے ثابت ہے اور یہ متواترات کی جنس سے ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں۔ھذا واللہ الھادی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن مجید کی نسبت فرمایا:۔

کتاب انذلنہ الیک مبارک۔(ص پ ۲۳)یعنی (اے پیغمبر ﷺ!) ہم نے (یہ) برکت والی کتاب آپ کی طرف اتاری ہے۔"

نیز فرمایا:۔وھذا ذکر مبارک انذلنہ (انبیاپ 17)یعنی یہ برکت والا ذکر (نصحت نامہ) ہے، جسے ہم نے مقام عظمت سے) اتارا ہے ۔"

نیز فرمایا:۔وھذا کتاب انذل مبارک۔(انعام پ ۷)یعنی یہ کتاب برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے (مقام عظمت سے)نازل کیا ہے ۔الغرض یہ برکت والی کتاب حضور ﷺ کے قلب پاک پر اتاری گئی جیسا کہ فرمایا۔

فانہ نذلہ علے فلبک باذن اللہ (بقرہ پ (

"یعنی حضرت جبرئیلؑ تو یہ قرآن آپ ﷺ کے قلب پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے لے کر آئے ہیں (پھران کی دشمنی کے کیا معنی؟)

نیز فرمایا:۔نذل بہ الروح الامین علے قلبک (الشعراپ 19)یعنی "اے پیغمبر (! آپ ﷺ کے قلب پر اس قرآن کو الروح الامین لیکر آئے ہیں۔"

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کا قلب فیوض وبرکات رحمانیہ کا خزینہ اور انوار واسرار ربانیہ کا گنجینہ ہے۔جس کسی کو عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ کی طرح اس سے اتصال وانصمام نصیب ہو گیا۔اس کا سینہ نور وسکینہ سے بھر گیا اور جس کی کسی پر آپ ﷺ کی نظر کرم پڑ گئی۔اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

چنانچہ تفسیر سراج منیر میں خطیب شربینیؒ آیت ویز کیھم (جمعہ پ 28)کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

ویز کیھم ، یعنی یہ نبی امی ﷺ پاک کرتا ہے۔ان کو شرک اور رذیلے اخلاق اور ٹیڑھے عقائد سے اور آنحضرت ﷺ کا یہ تزکیہ اپنی حیات طیبہ میں ان لوگوں کی طرف نظر (کرم) کرنے اور ان کو علم دین کے سکھانیاور ان پر قرآن شریف کے تلاوت کرنے سے تھا۔پس کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ کسی انسان کی طرف نظر محبت سے دیکھتے تو اللہ تعالیٰ اس کی قابلیتوں کے موافق اور ان امور کے مطابق جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے عالم قضاو قدر میں مقرر رکھا ہے۔’’ کہ وہ عالم اسباب میں مہیا ہوں۔اس شخص کا تزکیہ کر دیتا۔پس وہ شخص آپ ﷺ کا نہایت درجے کا عاشق (صادق)اور آپ ﷺ کی اتباع (پیروی) کو اچھی طرح سے لازم پکڑنے والا اور اللہ کی کتاب اور آپ ﷺ کی سنت میں نہایت درجہ کا راسخ و پختہ ہو جاتا۔(انتہی مترجما)

یہ اثر بالمشافہ ان ارباب عقیدہ پر تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی پاک صحبت کے لئے منتخب کر لیا تھا اور اب بعد وفات شریف کے آپ ﷺ کے انوار کی برکت کے لئے اللہ کی کتاب تو وہی ہے اور آپ ﷺ کے نفس طیبہ کی بجائے آپ ﷺ کے انفاس طیبہ ہیں۔جو آپ ﷺ کے علمی اور تعلیمی فیوض و برکات کے حامل ہیں اور اسفار حدیث قلب کو پاک صاف کرنا نزول برکات موجب ہے اور جو لوگ شب و روز آپ ﷺ کے آثار و احادیث طیبہ کا شغل و ذکر کر رکھتے ہیں۔ان کو آپ ﷺ کی معنوی صحبت کا رتبہ ملتا ہے۔چنانچہ اسی معنی میں کہا گیا ہے۔

اھل الحدیث ھمو اھل النبی وان

لم یضحبو انفسہ انفاسہ صحبوا [1]

یعنی اہل حدیث۔نبی کریم ﷺ کے اہل ہیں۔اگرچہ انہوں نے آپ ﷺ کی ذات گرامی کی صحبت کا شرف نہیں پایا۔لیکن آپ ﷺ کے انفاس طیبہ کی صحبت تو حاصل ہے۔ ’’

حضرت شاہ عبد اللہ مجددیؒ المعروف شاہ غلام علی صاحبؒ مقامات مظہری میں بضمن ذکر حاجی محمد افضل [2] صاحب سیالکوٹی حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید کا قول نقل فرماتے ہیں۔

---

۱ نفس ف کی سکون کے ساتھ بزوزن فلس۔ بمعی تن و ذات اس کی جمع نفوس آتی ہے اور نفس ف کے نتیجہ کے ساتھ بزوزن فرس بمعنی دم سانس، اس کی جمع انفاس آتی ہے (صراح منتہی الارب) حاصل اس شعر کا یہ ہے کہ اہل حدیث کو اگرچہ بعد زمانہ کے سبب پیغمبر ﷺ کے جسد مبارک کی مصاجت حاصل نہیں ہو سکی۔لیکن آپ ﷺ کے انفاس طیبہ سے پیدا شدہ کلام یعنی احادیث شریف سے تو صحبت حاصل ہے کہ وہ آپ ﷺ کے ارشادات کی برکات کے حامل ہیں اللھم اجعلنا منھم۔ 12 منہ

۲ حاجی محمد افضل صاحب سیالکوٹی اکابر دین سے تھے۔اپنے وطن سیالکوٹ سے دہلی میں وطن پذیر ہو گئے اور وہیں وفات پائی، آپ کا مزار حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار سے متصل ہے۔حدیث میں حضرت مظہر جان جاناںؒ کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بھی استاد ہیں۔آپ نے شیخ سالم بن عبد اللہ بصریؒ ثم المکی سے مکہ شریف میں علم حدیث حاصل کیا۔علاوہ علوم ظاہری کے باطنی کمالات میں بھی کامل تھے۔ان کے کچھ حالات مقامات مظہری کے فضل سوم میں مزکور ہیں۔رحمہ اللہ ۱۲ منہ۔

حضرت (مرزا جان جاناںؒ) صاحب فرماتے تھے کہ اگرچہ میں نے حضرت (حاجی محمد افضل) صاحبؒ سے بظاہر (سلوک فقر) کا حضرت (حاجی) صاحب کا استفادہ نہیں کیا۔ لیکن حدیث شریف کے سبق کے ضمن میں آپ کے باطن شریف سے فیوض فائض ہوتے تھے اور عرض نسبت [1] میں قوت پہنچی تھی۔ حضرت (حاجی) صاحب کو حدیث شریف کے بیان میں رسول اللہ ﷺ کی نسبت میں استغرق ہو جاتا ہے تھا اور بہت سے انوار و برکات ظاہر ہوتے تھے گویا کہ معنوی طور پر پیغمبر خدا ﷺ کی صحبت حاصل کی صحبت حاصل ہو جاتی تھی۔ الخ (مقامات مظہری)

الغرض حضور اکرم ﷺ چشمہ فیض کے و برکت ہیں اور آپ ﷺ کا فیض بوجہ آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے تا قیام دنیا جاری ہے اور ان فیوض کے حصول کے ذرائع قرآن و حدیث کی اتباع اور محدثین عظام کی صحبت ہے قرآن و حدیث تو اصل منبع و مخزن شریعت ہیں اور محدثین و الیاء اللہ آنحضرت ﷺ کے علوم و اعمال کے محافظ و رہنما ہیں۔ بس ان کی رہنمائی میں سیدھے چلے جاؤ اور دائیں بائیں نہ دیکھو۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی محبت بھر ثمرہ بالو گے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ طبیعت مرا در غایت اعتدال آفریدہ است، و در طینت من رغبت اتباع سنت نبوی ﷺ و دیعت نہادہ۔ (مقامات مظہری صفحہ ۱۶)

روحانی استعداد میں ترقی:۔ روحانی ترقی کی صورت یہ ہے کہ روح میں جذب الی اللہ کی صفت حاصل ہو جائے اور یہ بات دائمی توجہ الی اللہ اور کثرت ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حقیقت نسبت کے بیان میں فرماتے ہیں۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب بندہ طاعات اور طہارت اور اذکار پر ہیشگی کرتا ہے تو اس کو ایک صفت حاصل ہوتی ہے جس کا قیام نفس ناطقہ میں ہوتا ہے اور اس توجہ کا ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے۔ (انتہی مترجماً القول الجمیل)

پھر حضرت شاہ صاحب اس شبہ کا حل کہ متاخرین صوفیہؒ کا طریق ذکر صحابہ و تابعین سے منقول نہیں ہے یوں کرتے ہیں:۔

میرے نزدیک ظن غالب یہ ہے کہ حضرات صحابہ اور تابعین سکینہ یعنی نسبت کو اور ہی طریقوں سے حاصل کرتے تھے۔ سو منجملہ ان کے مواظبت (ہیشگی) ہے۔ صلوات اور تسبیحات پر خلوت میں خشوع اور خضوع کی شرط کے ساتھ اور منجملہ ان کے موا ظبت ہے طہارت پر اور لذتوں کی توڑنے والی (موت) کی یاد پر، اور (یاد کرنا) اسکو جو حق تعالیٰ نے مطیعوں کے واسطے ثواب تیار کر رکھا ہے نیز) یاد کرنا اس کو جو نافرمانوں (گنہگاورں) کے لئے عذاب معین کر رکھا ہے تو اس مواظبت اور یاد سے لذات حسیہ سے جدائی اور انقطاع ہو جاتا ہے اور منجملہ ان کے مواظبت ہے قرآن مجید کی تلاوت پر اور اس کے معانی میں تدبر کرنے پر اور واعظین کی پندو

1۔ حضرت صوفیائے کرام کے نزدیک نسبت سے مراد خدا تعالیٰ سے ارتباط قلب کا نام ہے اور وہ اس کا نام سکینہ اور نور بھی رکھتے ہیں۔ مستفاد از رسالہ القول الجمیل مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ ۱۲ منہ

عظمت سننے پر اور ان حدیث کے سننے سمجھنے پر جن سے دل نرم ہو جاتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ (صحابہؓ اور تابعین) اشیائے مذکورہ پر مدت دراز تک (پختگی سے) مواظبت کرتے تھے۔ پس ان کو اس سے ملکہ سے راسخہ اور ہیات نفسانیہ حاصل ہو جاتی تھی۔ پھر باقی تمام عمر تک اس کی محافظت کرتے تھے۔ (کہ متاع بے بہا کہیں ضائع نہ ہو جائے) اور یہ معنی متوارث ہے رسول کریم ﷺ سے ہمارے مشائخ کے طریق سے، اس میں کسی قسم کا شک نہیں رہتا ہے اگرچہ رنگ مختلف ہیں اور حاصل کرنے کے طریقے جدا جدا ہیں "مولانا خرم علی صاحب القول الجمیل کے ترجمہ شفاء العلیل میں اس عبارت کے ترجمہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس امر کے واسطے اولیائے طریقت رضی اللہ عنہم نے یہ اشغال مقرر کئے ہیں۔ وہ زبان رسالت سے اب تک برابر چلا آیا ہے۔ گویا طریق اس کی تحصیل کے مختلف ہیں۔ تو فی الواقع اولیائے طریقت مجتہدین شریعت کے مانند ہوئے۔

یہ عاجز خاک پائے حضرات بزرگان دین کہتا ہے کہ کثرت ذکر اور تسبیحات اور تلاوت قرآن مجید پر حدیث شریف میں بکثرت ہے ۔ہم قارئین کے لئے بعض مقامات مع ترجمہ اور تشریحات کے نقل کرتے ہیں حق تعالیٰ نے سورہ احزاب پارہ ۲۲ میں فرمایا:۔

یا یھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا و سبحوہ بکرۃ و اصیلا

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو (تمہارے ایمان کا مقتضےٰ یہ ہے کہ) تم خدا کو بہت بہت یاد کیا کرو اور تسبیح پڑھتے رہا کرو اس کی صبح و شام۔ (تا کہ ان ہر دو اوقات میں تسبیح کرنے سے ان کے درمیانی اوقات یعنی باقی دن اور رات میں بھی کثرت تسبیحات کا اثر جاری وساری رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تسبیحات سے نور قلب اور تصفیہ و تزکیہ باطن حاصل ہوتا ہے۔ پھر فرمایا:۔

ھو الذی یصلی علیکم و ملائکتہ لیخرجکم من الظلمت الی النور و کان بالمومنین رحیما

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو تم پر (دائما) برکات نازل کرتا ہے اور فرشتے بھی تمہارے لئے مغفرت و رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ تا کہ (اللہ تعالیٰ (تمکو) کفر و شرک اور بدعات و توہمات اور معاصی و شبہات اور ناپاک اخلاق و عادات اور نفسانی حجابات کی) ظلمتوں سے نکال کر ایمان و اتباع سنت اور طاعات و خیرات اور کسوف و مشاہدات کی) روشنی میں لے کر آئے۔ اور وہ مومنوں پر (تو خصوصیات سے) مہربان ہے چنانچہ قیامت کے دن اور بھی لطف و کرم کرے گا کہ ان ذکرین و مسجبین کو اس کے دربار سے سلام کا تحفہ ملے گا جو ہر طرح کی آفت سے سلامتی کا ضامن ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد فرمایا:۔

تحیتھم یوم یلقونہ سلام " یعنی جس دن (یہ مومن) اس کی ملاقات کریں گے تو ان کا تحفہ سلام ہو گا اور مزید برآں یہ کہ واعد لھم اجر کریما۔ (احزاب پ ۲۲ (یعنی اور تیار کر رکھا ہے ان کے لئے اجر نہایت عزت و قدر والا۔

ذکر کثیر

احادیث و آیات سے ثابت ہے کہ فرشتوں کی پیدائش نور سے ہے انکا مایہ حیات ذکر خدا ہے تسبیحات ان کا دن رات کا شغل ہے نہ وہ

اس تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں انسان خاکی ہے پھر سرکش نفس بھی اس پر سوار ہے۔ سفلیات میں گرنا اس کا کام ہے اس لئے اس خاک کے پتلے کو نورانی لوگوں سے مناسبت و مشابہت تب حاصل ہو۔ جب وہ روزانہ مشق اور دائمی ریاضت سے ممنوع نفسانی خواہشوں سے تو کل پاک ہو جائے اور مباحات میں تقلیل (کمی) کر کے نفس کے اضطراب اور نفسانی خواہشوں کی کشمکش سے سلامت رہے اور سکون خاطر اور فراغ قلب سے اپنے اوقات کو طاعات و ذکر خدا سے معمور رکھے اور یقین جانیے کہ قلب کی حقیقی طمانیت تو بس ذکر میں ہے اگر کسی کا دل اس کے سوا کسی اور چیز سے مانوس ہو گیا اور وہ سمجھتا ہے کہ میں اس حالت میں مطمئن ہوں تو یہ اس کی نادانی ہے جیسے کہ بچوں کا کھیل یا کھلونے سے سکون و قرار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دنیادار جو ذکر خدا کی لذت سے آشنا ہیں۔ وہ امور دنیا اور اس نہ رہنے والی زندگی کی لذت میں اپنا سکون و قرار سمجھ لیتے ہیں۔ اسی معنی میں فرمایا۔

ان الذین لا یرجون لقاء نا ورضوا بالحیوہ الدنیا واطمانوا بھا والذین ھم عن ایاتنا غافلون اولئک ماوھم النار کانوا یکسنون (یونس پ ۱۱(

"یعنی جو ہماری ملاقات کا ڈر نہیں رکھتے اور دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے اور اسی سے مطمئن ہو گئے اور وہ ہمارے احکام سے غافل ہو گئے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ انکا ٹھکانہ جہنم میں ہو گا۔ اس کمائی کے بدلے جو وہ کرتے رہے۔ "

اور خدا یاد لوگوں کی نسبت فرمایا:۔

الذین امنو تطمئن قلو بھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ (رعد پ ۱۳)

"یعنی) خدا کی طرف وہ لوگ رجوع لاتے ہیں۔ جو ایمان لے آتے اور خدا کے ءذکر سے ان کے دل پکڑتے ہیان۔ سن رکھو کہ دلوں کو اطمینان (حقیقی) صرف یاد خدا ہی ملتا ہے "

حاصل مطلب:۔ یہ کہ امور دنیا میں کمی کر کے ذکر خدا کے لئے فراغت حاصل کی جائے اور اطمینان قلب اور سکون خاطر سے خدا کو یاد کیا جائے اور مشق روزانہ اور دائمی چاہیے کیونکہ ناغوں سے استعداد ناقص رہتی ہے اور کمال حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۲)

)یعنی) حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک سب سے پیارے اعمال وہ ہیں جو دائمی ہوں۔ اگرچہ تھوڑے ہی ہوں۔ "

اسی لئے ذکر خدا کے حکم یا ترغیب کے ساتھ قرآن شریف میں کثیرا کا لفظ بکثرت وارد ہے۔

ملاحظہ ہو آیات ذیل:۔

۱۔ حضرت یحیٰ کی ولادت کی بشارت کے سلسلہ میں حضرت زکریاؑ کو حکم دیا

واذکر ربک کثیرا۔ (آل عمران پ ۳)

۳۔ جہادں دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹے رہنے کے ساتھ یاد الٰہی میں مشغول رہنے کا حکم دیا۔ واذ کروا اللہ کثیرا (انفال ۱۰) یعنی یاد کرتے رہو خدا کو بہت بہت۔

۳۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارون کو معاون بنانے کے سلسلے میں عرض کیا تھا۔ کہ نسبحک کثیر او نذکرک کثیر (طٰہٰ پ ۱۶) یعنی ہم دونوں مل کر تسبیح کریں تیری بہت بہت اور یاد کریں تجھ کو بہت بہت

۴۔ مساجد کی شان میں فرمایا۔ و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (حج پ ۱۷) یعنی مسجدیں جن میں خدا کا نام بہت بہت یاد کیا جاتا ہے۔

۵۔ ایماندار اور نیکوکار شاعروں کے وصف میں فرمایا۔ وذکر اللہ کثیرا (شعراء پ ۱۶) یعنی یاد کرتے ہیں وہ خدا کو بہت بہت۔ "

۶۔ اتباع سنت کے سلسلے میں مومنوں کی شان میں فرمایا۔ وذکر اللہ کثیرا۔ (احزاب پ ۲۲) یعنی مومن متبع سنت ہو کر یاد کرنا چاہیے خدا کو بہت بہت۔

۷۔ مومنوں کے اوصاف میں فرمایا۔ والذاکرین اللہ کثیر اوالذاکرت (احزاب پ ۲۲) یعنی وہ مرد اور عورتیں جو یاد کرتے ہیں خدا کو بہت بہت۔

۸۔ مومنوں کو یاد خدا کے حکم خصوصی میں فرمایا:۔ یاایھا الذین امنوا اذکر اللہ ذکرا کثیرا۔ (احزاب پ ۲۲) یعنی اے مومنو! یاد کیا کرو اللہ تعالیٰ کو بہت بہت۔

۹۔ نماز جمعہ کے بعد دنیا کے کاموں میں لگ جانے پر بھی یاد خدا کا حکم کیا۔ واذکر اللہ کثیرا (الجمعہ پ ۲۸) یعنی یاد کیا کرو خدا کو بہت بہت

قرآن شریف میں ان نو مقامات پر ذکر خدا کے ساتھ کثیرا کا لفظ وارد ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنا ذکر کثیر مطلوب ہے اور ذکر قلیل اسے پسند نہیں۔ چنانچہ منافقوں کی حالت یوں بیان فرمائی۔

ولا یذکرون اللہ الاقلیلا مذبذبین ذلک۔ (النساء پ ۵) یعنی منافق نہیں یاد کرتے خدا تعالیٰ کو مگر تھوڑا۔

سابقاً حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے کلام سے بھی گذر چکا ہے اور اس عاجز نے بھی برکات محمدیہ کے سلسلہ کی سب سے پہلی تصنیف قنوت نوازل و اذکار مسنونہ۔ "

) طبع اول) میں بالتصریح لکھ دیا تھا۔ "قرآن و حدیث کی تصریحات و اشارات اور بزرگان دین کے تجربات سے اس عاجز نے قرب نوافل میں سب زیادہ موثر چار چیزوں کو پایا۔ "

اول	دوم	سوم	چہارم
نماز تہجد	تلاوت قرآن مجید	کثرت درود شریف	کثرت استغفادہ

''پس جملہ ارادت مند احباب ان ہر چہار کو(عملی طور پر) اپنے اوپر گردانیں۔ اگر پہلے طبیعت پر بوجھ پڑے تو اکتانہ جائیں۔ بغیر ریاضت و مشقت کے کوئی کام پورا نہیں ہو سکتا۔ اگر بالفرض رات کو ناغہ ہو جائے تو دن کو اور دن کو ہو جائے تو رات کو پورا کر لیں۔

پھر صفحہ ۱۴ پر پانچویں چیز تسبیحات بھی لکھی ہی اور اب چھٹی چیز تہلیل (لا الہ الا اللہ) بھی لکھتا ہوں۔ کیونکہ حدیث پاک میں اسے افضل الذکر کہا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

سو نماز تہجد کے متعلق ایک مستقل جامع رسالہ بنام نماز تہجد مدت سے شائع ہو چکا ہے [1]۔ اسی طرح تلاوت قرآن مجید کے متعلق بھی بہت جامع اور بے نظیر رسالہ بنام حلاوت الایمان بتلاوۃ القرآن چھپ چکا ہے [2] اب اس مقام پر خدا کی توفیق سے استعفادہ و تسبیحات و تہلیلا تو وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق۔

استغفار

جمعے بدت گریہ و آہ آورند جمعے ھمہ دیدہ و نگاہ آوردند !!

جمع شنیدند آوازہ عفو تر ارفتند و جہاں جہاں گناہ آوردند

استغفار:۔ باب استفعال ہے، مادہ غفر سے۔ اس کے معنی ہیں لغزشوں اور خطاؤں کی بخشش و پردہ پوشی چاہنا۔ چنانچہ صراح میں ہے۔ استغفار'' آمرزش خواستن۔'' خطیات چھوٹی بھی ہوتی ہیں اور بڑی بھی عمد اور ارادہ سے بھی کی جاتی ہیں اور بھول سے غلطی سے بھی ہو جاتی ہیں۔ کسی خاص اثر سے متاثر ہو کر بھی کی جاتی ہیں اور دلیری اور بیباکی اور ضد و عناد سے بھی ان کا ارتکاب کیا جاتا ہے ۔ غرض مختلف حالتوں اور مختلف صورتوں میں انسان سے ایسے افعال سرزد ہو جاتے ہیں جو مناسب نہیں ہوتے۔ پھر اس مناسب کے بھی کئی پہلو ہیں۔ بعض امر شرع کی رو سے مناسب بلکہ ممنوع ہیں اور بعض شرعا تو نادرست نہیں۔ لیکن تقاضائے وقت اور مصلحت کے خلاف ہیں بعض اخلاقاً مذموم ہیں اور بعض سوسائٹی کے لحاظ سے ناموزوں ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ایک حالت میں تو نامناسب ہیں لیکن دوسری جہت سے بالکل با مصلحت بلکہ ضروری ہو جاتے ہیں اور بعض وقت اشخاص کے رویہ سے بھی مناسب کا حکم لگ جاتا ہے۔ عوام عموماً بازاروں میں اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے [1] کھاتے پیتے شور و غوغا کرتے رہتے ہیں ان کی نسبت ان باتوں کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ لیکن اگر یہی حرکات خواص سے سرزد ہوں تو ان کے وقار و منصب کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ غرض اس کا طول و عرض بہت وسیع ہے اور اس کی شقیں بکثرت ہیں جن کی بنا پر اس کی تقسیم صغیرہ و کبیرہ اور خطا و عمدہ اور سہو و نسیان اور اقرار و عناد میں کی گئی اور پھر اس پر پشیمان و شرمندہ ہونے یا اس پر ضد و اصرار کرنے کی وجہ سے ان کا حکم بھی الگ الگ رکھنا پڑتا ہے ان سب

---

[1] یعنی بے ضرورت۔ ۱۲

حالتوں کا جامع علاج استغفار ہے۔ اس سے طبیعت میں تواضع وانکساری پیدا ہوتی ہے اور غرور نخوت اور کبر ور عونت دور ہو جاتی ہے ۔اس لئے استغفار کا وظیفہ صرف گنہگاروں۔ سیاہ کاروں اور خطاروں ہی کے لئے ہی نہیں بلکہ خدا کے مقرب و پاکباز بندے اسے بدل وجان کثرت سے رٹتے رہتے ہیں۔ بلکہ گنہگار تو بوجہ دل کی سیاہی کے اس پر مشکل سے عمل کرتے ہیں۔ محض عقل وذہن سے نہیں۔ بلکہ نظر و مشاہدہ سے، حقیقی نیکوں اور بدوں کے حالات کو دیکھوں۔ تو توان میں نمایاں امتیاز پاؤ گے۔ قرآن شریف میں عام طور پر استغفار کرنا نیک لوگوں کا شعار کہا گیا ہے اور متمر دو سرکشوں کا کام ضد اور اصرار بتایا گیا ہے۔ آیات ذیل سے یہ بات واضح ہو جائیگی۔

الذین یقولون ربنا اننا امنا فاغفر لنا ذنوبنا وقنا عذاب النار الصبرین والصادقین والقانتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار (ال عمران پ ۳)

(جنت ان متقین کیلئے تیار رکھی ہوئی ہے) جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ! ہم ضرور ایمان لے آئے ہیں۔ پس بخش ہم گناہ گار ہمارے۔ اور بچا ہم کو عذاب دوزخ سے، وہ جو صبر کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں اور) اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور سحر گاہ استغفار کرتے ہیں

نیز فرمایا:۔ ان المتقین فی جنت وعیون ٭ اخذین ما اتھم ربھم انھم کانو قبل ذلک محسنین ٭ کانو قلیلا من الیل ما یھجعون ٭ وبالاسحار ھم یستغفرون)زاریات پ۲۶) بیشک پرہیز گار بیچ باغوں اور چشموں کے ہونگے لینے والے ہونگے وہ جو کچھ دے گا انکوان کا پروردگار تحقیق وہ تھے اس سے پہلے)دنیامیں) نیکوکار وہ رات کو تھوڑا سوتے اور سحر گاہ کو استغفار کرتے تھے ہیں ‘‘

یہ خدا یاد۔ پرہیز گار نیکوکار لوگوں کا حال ہے۔ اس کے بر خلاف ضدی سرکشوں کا حال حضرت نوحؑ کی زبانی ذکر کیا کہ انہوں نے جناب خداوندی میں اپنی قوم کی شکایت ان الفاظ میں بیان کی۔

وانی کلما دعوتھم لتغفر لھم جعلوا اصا بعھم فی اذانھم واستغشوا ثیابھم واصروا واستکبروا استکبارا۔(نوح ۲۹(

’’اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا۔ تاکہ توان کو مغفرت کرے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑے سمیٹ لئے (تاکہ وہ مجھے نہ چھوئیں) اور انہوں نے ضد کی اور نہایت درجے کا تکبر کیا۔ ‘‘

الغرض پرہیز گار نیکوکار استغفار کر کیا اپنے قلوب کو کبرع نخوت اور رعونیت و پنداشت سے پاک کرتے ہیں اور ضدی و سرکش استغفار کو موجب عار جان کر گناہ پر اصرار کرتے ہیں۔

استغفار کا بہتر وقت:۔ بعد از نماز تہجد ہے۔ جیسا کہ آیات مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی خصوصی کے نزول کا یہی وقت ہے جیسا کہ حدیث النزول سے ثابت ہے۔ تفسیر معالم التنزیل میں آیت سوف استغفر لکم ربی)یوسف ۱۳) کے ذیل میں

اکثر مفسرین کا قول نقل کیا ہے کہ (حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کے لئے فوراً استغفار نہ کیا بلکہ ان سے وعدہ کیا کہ عنقریب بخشش مانگوں گا) اس سے ان کی مراد سحر کے وقت دعا کرنا تھی۔" (جلد ۲ صفحہ ۴۷۵)

فضائل استغفار کے بیش از پیش ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جالب ہے۔ گناہ اور گناہ کرانے والی قوتوں (کے میل) کے لئے صابن کا حکم رکھتا ہے۔ حدیث ابن ماجہ میں ہے۔ "خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے پایا اپنے نامہ اعمال میں استغفار کثیر۔ (مشکوۃ شریف)

سید الاستغفا: صیغے استغفار کے بہت ہیں۔ سب کا سردار یہ صیغہ ہے:۔

اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتی وانا عبدک وانا علے عھدک ووعدک ما استطعت اعوذبک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابو بذنبی فاغفرلی فالا یغفر الذنوب الا انت۔ [1]

الٰہی! تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں۔ تو ہی نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا ہی بندہ ہوں۔ میں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں جہاں تک میری استطاعت ہے۔ میں اپنے اعمال کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ مجھے پر جو تیری نعمتیں ہیں۔ میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی قرار کرتا ہوں۔ پس مجھے بخش دے۔ بات یہی ہے کہ تیرے سوا کوئی بھی گناہ نہیں بخش سکتا۔ "

ان کلمات کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ان کو دل کے یقین سے دن کے وقت کہے اور پھر اس دن میں شام سے پہلے فوت ہو جائے تو جنتی ہے اور جو کوئی ان کو دل کے یقین سے رات کے وقت کہے اور پھر اس رات صبح ہونے سے پہلے فوت ہو جائے۔ تو وہ بھی جنتی ہے۔ روایت کیا اس حدیث جو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں [2]۔

حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جس نے لازم پکڑا استغفار کو کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے خلاصی (کی صورت) اور ہر غم فکر سے کشائش اور رزق پہچاتا ہے اسے جہاں سے گمان نہیں ہوتا۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد، اور امام ابوداؤد امام ابن ماجہ رحمتہ اللہ علیہ نے [3] امام طبرانیؒ نے حضرت ابودرداصحابیؓ سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص سب مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے ہر روز پچیس یا ستائیس دفعہ بخشش مانگتا ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے سب

۱؎ مشکوۃ المصابیح ص ۱۹۶ باب الاستغفار والتوبہ، ۱۲ منہ

ہو جاتا ہے۔ جن کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور اہل زمین کو ان کی برکت سے رزق ملتا ہے۔ (حصن حصین ص ۵۴، ۱۲ منہ)

تحدیثاً بنعمۃ اللہ یہ بندہ خیر سراپا تقصیر محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اللہ تعالیٰ کے حسن توفیق سے سالہا سال سے عموماً ہر شب کو بوقت تہجد اس حدیث کے مطابق خاص خاص فوت شدہ اور زندہ احباب اور ان کی ازواج اور اپنے تمام اساتذہ کرام اور ان کی ازواج اور اپنے تمام اقربا (ذکور اناث) اور اپنے تمام اور اپنے ارادتمند مبایعین اور مخلص خداما اور محسنین و محبین اور جن کی میں نے کبھی غیبت کی یا جس کی کسی پر ناحق ظلم کیا اور جس کسی کا میرے ذمہ حق باقی رہ گیا ہو اور میں نہیں جانتا۔ ان سب کے لئے دعائے مغفرت کرنے کے بعد ستائیس دفعہ حضرت نوح علیہ السلام والا استغفار پڑھا کرتا ہوں وہ بہت جامع ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے مجھے اس کی برکت سے متمتع کرے۔ آمین ورنہ میں بہت بڑا گناہ گار ہوں۔ سوائے اس کے فضل کے کوئی سہارا نہیں۔

اللھم مغفرتک اوسع من ذنوبی ورحمتک ارجی عندی من عملی۔ (ترجمہ) اے اللہ تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے اپنے عمل کی نسبت تیری رحمت کی زیادہ امید ہے۔

۵۔ نیز امام طبرانیؒ نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا کہ آنحضرت نے فرمایا۔ جو شخص مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بخشش مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مومن مرد اور مومن عورت کے عوض ایک نیکی لکھتا ہے۔ ۱۲) حصن حصین صفحہ ۲۰۶)

۶۔ امام احمدؒ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا۔ تیری عزت و جلال کی قسم ہے کہ جب تک بنی آدم میں ارواح باقی رہیں گے میں ان کو گمراہی میں ڈالتا ہوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ مجھے بھی اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں ان کو بخشتا رہوں گا۔ (حصن حصین صفحہ ۲۰۵، مشکوٰۃ ۱۹۶)

بوقت ڈھائی بجے شب عاشورہ محرم ۱۳۲۶ھ

7۔ **نماز توبہ:۔** سنن اربعہ میں حضرت صدیق اکبرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ طہارت کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے تو اس کو گناہ بخشا جاتا ہے۔ ((حصن حصین صفحہ ۱۵۴(

۸۔ نیز مستدرک حاکم میں حضرت جابر انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا۔ ہائے

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶ باب الاستغفار والتوبہ، ۱۲ منہ

[۲] مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶ باب الاستغفار والتوبہ، ۱۲ منہ

گناہ !ہائے گناہ! حضور ﷺ نے فرمایا تو کہہ :۔

اللھم مغفرتک اوسع من ذنوبی ورحمتک ارجی عندی من عملی۔(حصن حصین صفحہ ۱۵۴(

''یا اللہ ! تیری بخشش زیادہ کشادہ ہے میرے گناہوں سے اور تیری رحمت میرے نزدیک بہت لائق امید ہے۔میرے عمل کی نسبت،''

اس شخص نے یہ کلمات کہے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔پھر دوبارہ کہہ۔اس نے پھر یہ کلمات کہے۔آپ ﷺ نے فرمایا پھر کہہ ۔اس نے پھر تیسری بار) کہے تو آپ نے فرمایا۔اٹھ ! اللہ تعالیٰ نے تجھے بخشش دیدی۔(حصن حصین صفحہ ۱۵۴)

تنبیہہ :۔یہی مذکورہ بالا دعا نماز توبہ کے تشہد میں بعد دورد شریف کے مانگے یا کوئی اور مسنون دعا جس میں استغفار کا مضمون ہو تو اختیار ہے

حضرات انبیاء(علیہم السلام) کے استغفار

قرآن مجید میں حضرت انبیاء علیہم السلام کے استغفار کرنے کا بھی ذکر ہے۔مثلاً:۔

۱۔ابوالبشر حضرت آدم(علیہ السلام ۹ نے کہا۔ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔(اعراف پ ۸(
یعنی اے پرور دگار! ہم دونوں(میاں بیوی) نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر تونے ہمیں بخشش نہ دی اور ہم پر رحمت نہ کی تو ہم زیانکاروں ا میں سے ہو جائینگے

۲۔حضرت نوح(علیہ السلام) نے کہا:۔رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنات(سورت نوح پ ۲۹(
یعنی اے میرے پروردگار !بخش دے مجھے بھی اور میرے والدین کو بھی اور اسے بھی جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہوا۔(بیوی یا مہمان یا ملاقاتی)اور باقی تمام مومن مردوں کو بھی اور مومن عورتوں کو بھی۔ ''

۳۔حضرت ابراھیم(علیہ السلام) نے کہا:۔رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب۔(ابراہیم پ ۱۳(

۴ ۔حضرت موسیٰ)علیہ السلام) نے کہا:۔رب اغفرلی ولاخی وادخلنا فی رحمتک وانت ارحم الرحمین۔(اعراف پ (

۵۔حضرت داوٗد)علیہ السلام)وظن داوٗد انما فتنہ فاستغفر ربہ وخر راکعا واناب(ص پ ۳(

ا نقصان اٹھانے والے۔ ۱۲

یعنی داؤدؑ نے گمان کیا کہ بات تو صرف یہ ہے کہ ہم نے (اس واقعہ) اسے صرف آزمایا ہے۔ پس اس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور جھک کر (سجدے میں) گرا اور رجوع لایا۔''

٦۔ حضرت سلیمان) علیہ السلام) رب اغفرلی وھب لی ملکالاینبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب (ص پ ۲۳(

اے میرے پروردگا! مجھے بخش دے اور عطا کر مجھے ایسی بادشاہی کہ نہ شایاں ہو کسی کو میرے بعد بے شک تو بہت کچھ عطا کرنے والا ہے۔

۷۔ حضرت یونس (علیہ السلام) لاالہ الاانت سبحنک کنت من الظلمین (انبیاء پ ۱۷)

یعنی تیرے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں کہ اس کے سامنے التجا کی جائے اور پناہ لی جائے بیشک میں بیجا کرنے والوں سے ہو گیا ہوں ۔''

تنبیہہ:۔ حضرت یونسؑ کی اس تسبیح میں استغفار کی تصریح نہیں ہے لیکن چونکہ اس میں قصور کا اعتراف ہے اور انبیاء السلام کا اعتراف متضمن استغفار بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا میں اعتراف بھی اور استغفار کی تصریح بھی ہے اس لئے ہم نے اس دعا کو استغفار کے ذیل میں بیان کیا ہے اور انشاء اللہ آئیندہ تسبیح کے ذیل میں بھی ذکر کرینگے۔

۸۔ سید المرسلین ﷺ کو قرآن مجید میں کئی مقام پر استغفار کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اپنے لئے اور دیگر مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی۔ (سورت محمد وغیرہ پ ۲۶) اور حضور اکرم ﷺ اس حکم کی تعمیل میں بہت بہت دفعہ (صدہا دفعہ) استغفار کیا کرتے ہیں۔ بعض بزرگوں نے اس کی تاویل کی ہے کہ اس سے امت کے لئے استغفار کرنا مراد ہے۔ لیکن اس تاویل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ سورت محمد ﷺ کی محولہ بالا آیت میں آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کی امت کے بلکہ تمام مومن مردوں ور عورتوں کا صریح لفظ ہے۔ ہاں اس کی حقیقت وہی ہے۔ جو دیگر انبیاء علیہم السلام کے استغفار کی ہے۔ جسے ہم خدا کی توفیق سے مستقل طور پر الگ فصل میں ذکر کرتے ہیں۔

حقیقت استغفار انبیاء (علیہم الصلوۃ والسلام)

انبیاء علیہم السلام کے استغفار کرنے سے بعض لوگون کو یہ وہم گزرا ہے کہ (معاذاللہ) ان سے بھی گناہ ہو جاتا تھا۔ خواہ کبھی کبھی ہو ۔ یہ لوگ سخت غلطی پر ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے استغفار کی حقیقت دیگر لوگوں کے استغفار جیسی نہیں ہے بلکہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

کار پاکاں راقیاس از خود مگیر

گرچہ ماند در نوشین شیر وشیر

اور حضرت سعدیؒ شیرازی اس سے بھی زیادہ صفائی سے بالتصریح فرماتے ہیں

عاصیاں از گناہ توبہ کنند !

عارفاں از اطاعت استغفار

اس کی مختصر تفصیل یوں ہے کہ گناہ کہتے ہیں عمدہ او قصداجانتے بوجھتے خلاف شرح کام کرنے کو انبیاء علیہم السلام اس قسم کے ارتکاب سے قبل از نبوت بھی پاک ہوئے تھے چہ جائیکہ بعد از نبوت ان سے ایسے افعال سرزد ہوں۔

آپ کہیں گے کہ پھر جو آیات قرآنیہ اوپر مذکور ہوئی ہیں اور آنحضرت ﷺ جو کثرت سے استغفار کرتے رہتے تھے۔ ان کے معنی کیا ہوں گے ؟ تو اس کا مجمل جواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کبھی تو محض اظہار عبدیت اور تواضع وانکساری کیلئے استغفار کرتے تھے اور کبھی ان سے اجتہاد میں خطاہو گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اس خطاپر قائم نہیں رہنے دیا۔ بلکہ فوراًبذریعہ وحی اصلاح کر دی جیسے طعمہ بن ابیرق کے قصے میں زید بن سیمن یہودی کے گھر سے مال مسروقہ بر آمد ہونے پر آپ ﷺ نے اس کو چور سمجھا لیکن یہ کام اس نے نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے آگاہ کر دیا۔ سورت النساء پارہ پنجم کی آیات انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما ارک اللہ کی تفسیر وشان نزول میں یہ قصہ مذکور ہے اور کبھی ان کو سہو ونسیان ہو گیا اور یہ منافی عصمت نہیں کیونکہ رسالت سے بشریت کلیہ زائل نہیں ہو جاتی جیسے کہ آدمؑ کی نسبت فرمایا:۔ ولقد عھدنا الی ادم قبل فنسی ولم نجد لہ عزما (پ طہ)

"یعنی البتہ تحقیق عہد بھیجا ہم نے طرف آدمؑ کی پہلے آپ سے۔ پس وہ بھول گیا اور ہم نے (اس خطاپر) اس کا عزم نہیں پایا۔

اور کبھی دو اختیاری کاموں میں ایک تو اختیار کر دہ امر خلاف مصلحت وقت پڑ گیا اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو آگاہ کر دیتا ہے ۔جیسے کہ سفر تبوک میں نہ جانے کے لئے بعض لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اپنے عذر پیش کر کے اجازت چاہی۔

آنحضرت ﷺ کو اجازت دینے یا نہ دینے ہر دو امر کا اختیار تھا۔ آپ ﷺ کی اجازت نے دیدی۔ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا:۔

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا و تعلم الکاذبین (توبہ ۱۰ (یعنی "(اے پیغمبر ﷺ !) اللہ نے آپ کو معاف کیا یا معاف کرے۔ آپ ﷺ نے ان کو کیوں اجازت دیدی تھی، حتیٰ کہ آپ صادق بھی ظاہر ہو جاتے۔ اور آپ کاذبوں کو بھی معلوم کر لیتے۔)

اور کبھی دو اختیاری کام کہ دونوں حد شرع میں جائز ہیں۔بیک وقت جمع ہو گئے۔لیکن عمل میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ایک پہلے (مقدم) کرنا پڑتا ہے دوسرے کو پیچھے (موخر) کرنا پڑتا ہے اور بعض وقت یہ تقدیم و تاخیر خلاف مصلحت و خلاف موقع ہو جاتی ہے اور یہ گناہ نہیں ہے کیونکہ خلاف مصلحت اور خلاف شرح میں فرق ہے۔جیسے کہ آنحضرت ﷺ صناوید قریش میں عظو تلقین اور تبلیغ احکام الٰہی فرمارہے تھے کہ اس حالت میں عبد اللہ بن ام مکتوم نابیناصحابیؓ نے آکر آپ ﷺ سے کچھ دریافت کرناچاہا۔آنحضرت ﷺ وعظ تبلیغ میں مشغول تھے۔سلسلہ کلام میں حضرت عبد اللہ کا دخل اندازہ ہونا۔آپ ﷺ کو پسند نہ آیا۔آپ ﷺ نے توجہ نہ کی۔اور بیان جاری رکھا۔یہ دونوں کام بہ یک وقت تو نہیں ہو سکتے تھے،عبد اللہ وہ مسئلہ پھر بھی پوچھ سکتا تھا۔کیونکہ وہ مخلص مومن تھا۔لیکن قریش کی مجلس کی یہ صورت اختیاری نہ تھی۔شاید پھر ایساموقع کب بنتا۔آپ ﷺ کو لوگوں کے اسلام لانے اور ان کے نجات پانے کی فکر تھی۔اس لئے آپ ﷺ نے تبلیغ کو ترجیح دی۔لیکن اللہ تعالیٰ نے عبد اللہ کی مسکینی اور شوق قلبی کی قدر کرکے آپ ﷺ پر وحی نازل فرمائی۔کہ اس موقع پر ان کے سامنے عبد اللہ کی قدر افزائی کرنی چاہیے تھی۔تعلیم و تبلیغ ہر دو صورتیں ہیں۔آپ ﷺ کو بہر حال اپنے فرض کی بجا آوری کا ثواب مل ہی جاتا اور عبد اللہ کی خاطر داری اور اس سے صناوید قریش کے دل اچھا اثر پڑتا۔وہ علاوہ تھا۔ظاہر ہے کہ امر یہ عصیان و نافرمانی نہیں،کہ اسے گناہ سمجھیں اور عصمت کے منافی جانیں۔

ایسی ہی تقدیم و تاخیر کی نسبت اللہ تعالیٰ نے سورت انافتحنا میں فرمایا۔لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر۔یعنی اس فتح (صلح حدیبیہ کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی لغزشیں جو اقسم تقدیم و تاخیر ہیں۔تمام بخش دے گا۔ ''

یہ سورت سفر حدیبیہ سے واپسی پر اتری تھی۔سیاسی نقل و حرکت و انتظامات میں بعض امور میں ضرورۃ بعض میں اجتہاداً اور بعض میں سہواً اور بعض میں اضطراراً تقدیم و تاخیر ہو جاتی ہے۔پس خوشخبری سنادی کہ اس قسم کی سب باتیں مغفور ہیں کیونکہ نتیجہ اس صلح کا بہت بابرکت ہے اور اس لئے اس کو فتح مبین کہا گیا ہے۔

اس جگہ تقدیم و تاخیر کے معنی وہ ہیں جو بعض نے لکھے ہیں کہ ان سے قبل اور بعد نبوت کے گناہ مراد ہیں (معاذ اللہ   )

آنحضرت ﷺ تہجد کے وقت ایک لمبی دعا میں یہ بھی کہا کرتے تھے۔فاغفرلی ماقدمت وما اخرت (حصن حصین صفحہ ۷۰) یعنی (الٰہی) مجھے بخش دے وہ جو مقدم میں نے (جسے موخر کرناچاہیے تھا)۔''

کبھی یوں اتفاق ہو گیا کہ دو کام ہیں۔ایک رتبہ میں اولیٰ و افضل   ہے   دوسرا   اس   سے   ادنیٰ   ہے   لیکن   ۔حد شرع میں جائز دو بعض وقت کسی خاص وجہ سے اولیٰ و افضل ترک ہو جاتا ہے اور اس سے کمتر رتبہ والا مل آجاتا ہے۔ایسی صورت میں گناہ بھی نہیں ہے۔اس کی مثال میں بھی حضرت عبد اللہ بن مکتوم والا واقعہ پیش ہو سکتا ہے۔

چنانچہ امام رازیؒ سورت عبس پ ۳۰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

کان ذلک جاریا مجری ترک الافضل فلم یکن ذنبا البتۃ (جلد اخیرہ صفحہ ۳۳۲ " (یعنی یہ کام ترک افضل کی طرح ہے گناہ ہر گناہ نہیں ہے"۔ [۱]

حاصل کلام یہ کہ انبیاء علیہم السلام کے وہ امور جو کسی منکر عصمت کی نظر میں کھٹک سکے ان حقائق سے باہر نہیں ہیں اور قران و حدیث کسی نبی کے متعلق ایک دفعہ بھی ایسا مذکور نہیں ہے کہ اس میں دیدہ دانستہ اللہ کے حکم کے خلاف ورزی پائی جائے چونکہ ان کے باطن پاک ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال ان کے قلوب پر از حد پرتو افگن ہوتا ہے۔اس لئے وہ اپنی اس حالت سے اپنی طہارت و پاکیزگی کی وجہ سے استغفار کرتے ہیں [۲] جس سے ان کو مراتب قرب الٰہی میں ترقی حاصل ہوتی ہے۔ نہ کہ وہ معاذاللہ دوسرے لوگوں کی طرح دیدہ دانستہ قوائے نفسانیہ سے مغلوب ہو کر ارتکاب گناہ کرتے ہیں اور پھر استغفار کرتے ہیں اس امر کو ذہن نشین کرنے کے لئے حضرت مولانا رومیؒ اور حضرت شیخ سعدیؒ کے اشعار پھر پڑھیں۔بلکہ بار بار پڑھیں۔حتیٰ کہ آپ کے ذہین اور قلب میں اور یہ بات مستقر ہو جائے

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشین شیر و شیر

عاصیاں از گناہ توبہ کنند عارفاں از عبادت استغفار

صیغے استغفار کے بہت ہیں۔قرآن شریف میں سے بعض اوپر گزر چکے ہیں۔اب بعض وہ ذکر کئے جاتے ہیں۔جو حدیث شریف میں وارد ہیں۔ان میں سے جو چاہو پڑھو !

۱۔استغفار اللہ الذی لا الہ الا ھوالحی القیوم واتوب الیہ۔(تین یا پانچ دفعہ)(ا) میں بخشش مانگتا ہوں ،مانگتی ہوں۔اللہ سے جس کے سوائے کوئی بھی معبود نہیں۔سدا زندہ ہے۔سدا قائم ہے اور میں اس کی طرف رجوع کرتا یا کرتی ہوں۔

۲۔رب اغفرلی وتب علی انک انت التوب الرحیم (سو دفعہ)

اے میرے پروردگار بخش دے مجھ کو اور مہربانی سے رجوع کر مجھ پر۔بیشک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا۔رحم کرنے والا۔

---

[۱] اس مضمون یعنی ترک اولیٰ کو حضرت مجدد صاحبؒ نے مکتوبات میں بالتفصیل ذکر کیا ہے۔۱۲ منہ

[۲] اس عاجز محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی انبیا علیہم السلام کی عصمت کے متعلق دو کتابیں سابقاً تصنیف شدہ ہیں،ایک کا نام عصمت انبیاء ہے جو عیسائیوں کی کتاب بے گناہ نبی" کے جواب میں ہے اور دوسری کا نام عصمت و نبوت ہے جو عیسائیوں کی زہریلی کتاب "عدم معصومیت محمد ﷺ" کے جواب میں ہے لیکن اب دونوں ختم ہو چکی ہیں۔کاغذ کی گرانی کی وجہ سے دوبارہ نہیں چھپ سکیں۔۱۲ منہ

۔اللھم اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وماانت اعلم بہ منی انت المقدم وانت الموخر انت الھی۔

یااللہ !بخشدے مجھ کو جو کچھ میں نے آگے اور جو کچھ میں نے پیچھے کیا اور جو کچھ میں نے چھپ کر کیا اور جو کچھ میں نے علانیہ کیا اور جو کچھ زیادتی کی میں نے اور جس بات کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے۔تو ہی میرا معبود ہے۔

لا الہ الا انت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

نہیں طاقت (نیکی کرنے کی) اور نہیں قوت (بدی سے بچنے کی) مگر اللہ (توفیق) سے۔"

۴۔رب اغفر وارحم انک انت الاعذ الاکرم۔

"اے میرے پروردگار بخش دے اور رحم کر بیشک تو ہی بہت عزت والا اور بزرگی والا۔"

۵۔اللھم اغفرلی ذنبی کلہ دقہ وجلہ واولہ واخرہ وعلانیتہ وسرہ۔

یااللہ !بخش دے مجھ کو میرے گناہ سارے کے سارے چھوٹے بھی اور بڑے بھی اور پہلے کے بھی اور پیچھے بھی اور علانیہ کئے ہوئے اور پوشیدہ کئے ہوئے بھی۔"

تسبیح و تحمید

تسبیح یہ ہے کہ ذات برحق کو جملہ عیوب و نقائص سے مبرا و منزہ اعتقاد کریں اور اس کی ذات پاک کے لئے ایسے الفاظ و معانی سے پرہیز کریں۔جو اس کی شان کبریائی کے لائق نہ ہوں اور تحمید یہ ہے کہ اسے ذ اتی طور پر سب کمالات و خوبیوں سے موصوف جانیں اور بیان کریں۔

عارفوں کے نزدیک تسبیح کا درجہ اسے بھی اونچا ہے۔وہ یہ کہ ذات پاک کو وہم و قیاس اور گمان و خیال سے ھی برتر اعتقاد کریں چنانچہ قاضی مبارکؒ خطبہ سلم کی شرح میں لایحد کے ذیل میں فرماتے ہیں:۔

لخروجہ عن احاطۃ الادراک والقیاس۔

اے برتر از خیال و قیاس گمان وہم

وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم وخواندہ ایم

اور قاضی بیضاویؒ اور خطیب شربنی تفسیر آیت الکرسی میں فرماتے ہیں:۔

متعال عمایدرکہ وھم عظیم لایحیط بہ فھم (بیضاوی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۹)

اسی طرح امام غزالیؒ نے بھی شرح اسماحسنیٰ میں وھو العلی العظیم (آیت الکرسی) کے معانی میں فرمایا ہے۔

غرض تسبیح و تحمید ہر دو کے جمع کرنے میں اتم درجہ کی تعریف ہے۔ کیونکہ یہ اوصاف ثبوتیہ اور سلبیہ ہر دو کی جامع ہے۔

قرآن شریف میں خالص خ تحمید اور تسبیح و تحمید کو جمع کر کے بکثرت ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن شریف کی روزانہ تلاوت کرنے والے اصحاب ان آیات کو بلا کلفت معلوم کر سکتے ہیں

حدیث شریف میں تسبیح و تحمید کے فضائل بیش از بیش ہیں، ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا۔ ای الکام افضل یعنی (کلام الہی کے بعد) کونسا کلام افضل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ما اصطفے اللہ لملائکتہ۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے چنا۔ (اور وہ یہ ہے) سبحان اللہ و بحمدہ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۲)

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کلمے ہیں۔ جو زبان پر ہلکے ہیں۔ میزان (عمل) میں بھاری ہوں گے۔ (اللہ) رحمن کو بہت پیارے ہیں (وہ یہ ہیں) سبحان اللہ و بحمدہ سبحان العظیم۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۲)

۳۔ یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی دن سو دفعہ کہے سبحان اللہ و بحمدہ اس کی (جملہ) خطائیں دور ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ (کثرت میں) سمندر کی جھاگ کی مثل ہوں۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۲)

۴۔ ام المومنین حضرت جویریہ کہتی ہیں۔ کہ (ایک دن) جب آنحضرت ﷺ صبح کی نماز پڑھ چکے۔ تو میرے پاس سے باہر چلے گئے۔ میں اس وقت اپنے گھر کی مسجد میں (ذکر الہی میں مشغول) تھی۔ آپ ﷺ چاشت کے وقت پھر تشریف لائے تو میں ابھی اسی جگہ بیٹھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے تجھے جس حالت میں چھوڑا تھا۔ ابھی تو اسی حالت رہے۔ میں نے عرض کیا (حضور ﷺ!) ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا! میں نے تیرے پیچھے چار کلمے تین دفعہ کہے ہیں۔ اگر وہ اس (وظیفہ) کے ساتھ جو تو نے آج (اس وقت تک) کیا ہے۔ تولے جائیں تو وہ وزن میں اس سے بڑھ جائیں۔ (وہ یہ ہیں):۔

سبحان اللہ و بحمدہ عدد خلقہ و رضا نفسہ و رنتہ عرشہ و مداد کلماتہ۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۲)

یعنی "تسبیح پڑھتا ہوں میں اللہ کی اس کی حمد کو ساتھ ملا کر اس کی مخلوقات کے شمار کے برابر اور اس کی ذات کی رسا کے برابر اور اس کی عرش کے وزن اور عزت کے برابر اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔ "

۵۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ بندے جو بھی صبح کرتے ہیں۔ اس میں ایک ندا کرنے والا (فرشتہ) ندا کرتا ہے۔ سبحو الملک القدوس (رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۳)

یعنی" (اللہ تعالیٰ) پاک بادشاہ (حقیقی) کو خوب یاد کرو۔"

۶۔ حضرت یسیرہؓ جو مہاجرات خواتین سے تھیں۔ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ہم سے فرمایا (اے عورتو!) لازم پکڑو تسبیح اور تہلیل اور تقدیس کو اور شمار کرو انگلیوں کے پوروں سے۔ پس تحقیق وہ (قیامت کو) پوچھے جائینگے اور زبان دیئے جائیں گے اور

غافل نہ ہو جانا۔ پس تم رحمت سے بھلادی جاؤ گی۔(رواہ الترمذی و ابو داؤد۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۴)
(نوٹ):۔ تسبیح کے معنی سبحان اللہ کہنا اور تہلیل کے معنی لا الہ الا اللہ کہنا اور تقدیس کے معنی بھی تسبیح کی طرح پاکیزگی بیان کرنیکے ہیں۔ لیکن حسب قبول صاحب تفسیر رحمانی تسبیح ذات کی پاکیزگی کے متعلق اور تقدیس صفات پاکیزگی کے متعلق ہے اور حضرت شیخ اکبر نے کسی قدر طوالت سے ارقام فرما کر ان میں عموم و خصوص کی نسبت بتائی ہے کہ تسبیح تقدیس کی نسبت عام ہے۔ واللہ اعلم۔

تہلیل

تہلیل کے معنی لا الہ الا اللہ کہنا۔ یعنی الوہیت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کرنا۔ دین اسلام کی اصل بنیاد یہی ہے اور یہی اس کا طرہ امتیاز ہے۔ قرآن شریف میں سب زیادہ اسی کی تاکید ہے اور جملہ دیگر مذاہب میں جو شرک پھیلا۔ وہ اسی کو صحیح طور پر نہ سمجھنے اور قائم نہ رکھنے کی وجہ سے پھیلا۔ یہی شرک سوز کلمہ توحید ہے اور اس کے صحیح رکھے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ صوفیائے کرامؒ نے ذکر الٰہی کی مشق کے لئے اسی کو منتخب کیا ہے اور ان کے نزدیک اس کا نام نفی اثبات کا ذکر ہے۔ یعنی لا الہ میں غیر اللہ کی الوہیت کی نفی ہے اور الا اللہ میں خاص اللہ کے لئے اس کا اثبات ہے اور حدیث شریف میں افضل الذکر اسی کو قرار دیا ہے (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ ایزدی میں عرض کی۔ کہ باری تعالیٰ! مجھے کچھ سکھا جس سے میں تیرا ذکر کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یا سیٰ! قل لا الہ الا اللہ یعنی اے موسیٰ لا الہ الااللہ کہا کر۔ موسیٰ نے عرض کیا۔ اللہو ند! تیرے سب بندے یہی کہتے ہیں۔ میں تو ایسا ذکر چاہتا ہوں۔ جس سے تو مجھے مخصوص کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ علیہ السلام! اگر ساتوں آسمان اور ان کے آباد کرنے والے سوائے میری ذات کے اور ساتوں زمینیں بھی (ساتھ ملا) کر ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور (یہ کلمہ توحید) لا الہ الا اللہ وسرے پلڑے میں رکھا جائے لا الہ الا اللہ ان سے بھاری ہو گا۔(روانی شرح السنتہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۳)
میں عاجز محمد ابراہیم میر بوجہ کثرت اشغال کے ذکر کے وقت پوری توجہ سے دل نہیں باندھ سکتا۔ جب کبھی اپنے دل سنبھل جاتا ہے ۔اس اثر کی وجہ سے عاجز نے اپنے نزدیک اس کا نام محی القلب رکھا ہوا ہے۔ اللھم انی اسئلک حلاوۃ ذکرک۔ قرآن شریف میں سب سے زیادہ ذکر توحید الوہیت کا ہے۔ کیونکہ اسی کے متعلق سب قسم کے اشراک سرزد ہوتے ہیں۔ ورنہ زمین و آسمان کی خالقیت و مالکیت میں کبھی کسی نے شرک نہیں کیا۔ قرآن شریف میں ہے۔
ولئن سالتھم من خلق السموت والارض وسخر الشمس والقمر اور ولئن سالتھم من السماء ماء فاحیابہ الارض من بعد موتھا (العنکبوت پ ۲۰) ولئن سالتھم من خلقھم۔(زخرف پ ۲۵) قل لمن ومن فیھا۔ اور قل من رب السموت السبع ورب العرش العظیم اور قل من بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر ولا یجار علیہ (مومنون پ ۱۸) وغیرہ وغیرہ سوالات کے جواب میں ایک ہی بات فرمائی ہے۔ کہ ان امور

میں سب کو اقرار ہے۔ کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ پھر اس قرار سے ان الزام قائم کیا ہے۔ کہ انہی باتوں پر الوہیت کا مدار ہے۔ پھر الوہیت میں اسی کو منفرد کیوں نہیں جانتے اور کرتے پھر غیروں کی پرستش اوران سے طلب حاجات اور ان کے نام و ظائف اور ان ان کے نام کی نذریں نیازیں کیوں کرتے ہو۔ غرض دین کی جڑ یہی کلمہ توحید ہے ہندو عیسائی۔ موسائی، زردشتی، بدعتی ، جس نے بھی شرک کیا۔ اس کو چھوڑ نے سے کیا۔ اسی لئے قرآن مجید میں بھی اس کی زیادہ تعلیم و تاکید ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ فاعلم انہ لا الہ الا اللہ (محمد پ ۲۶)رب المشرق والمغرب لا الہ الا ھو فاتخذو کیلا۔ (مزمل پ ۲۹) لا الہ لا ھو یحی و یمیت (دخان پ ۲۵) الم ۰ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (آل عمران پ ۳(

جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ نہیں کہا کسی بندے نے کلمہ لا الہ الا اللہ خالص دل سے مگر کھولے جاتے ہیں۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے حتیٰ کہ پہنچتا ہے (یہ کلمہ) عرش تک جب تک کہ وہ بندہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب رکھے (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۴)

تکبیر

تکبیر کے معنی ہیں اللہ اکبر کہنا اور مراد اس سے یہ ہے کہ کبریائی اور بڑائی حقیقۃ اللہ برتر کے لئے مخصوص کی جائے اور سب سے بزرگ اور بڑا سمجھا جائے۔ آنحضرت ﷺ کو عطائے نبوت کے بعد تبلیغ دین کے لئے جو پہلی وحی اس میں یہ حکم بھی تھا۔ وربک فکبر۔ (مدثر پ ۲۹) یعنی (اے پیغمبر ﷺ!) اپنے رب تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ "

مخلوق پرستی کی آفت اس سے پیدا ہوتی ہے کہ لوگوں نے جب کسی قسم کی بڑائی کسی میں دیکھی۔ تو اس کی پرستش شروع کر دی ۔ خواہ کسی آدمی میں خواہ کسی دیگر جانور میں۔ خواہ دریا۔ خواہ اروح میں اجرام فلکیہ میں۔ خواہ اکابر فرشتوں میں ۔ ابتدائے دعوت اسلام میں ربک فکبر کی وحی اسی لئے بھیجی کہ کبریائی کا مالک حقیقی تو وہ مالک الملک ہے۔ دیگر کسی میں جو بڑائی دیکھتے ہو۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کی داد بخشش ہے۔ پس عبادت اسی کو چاہئے۔

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

ہمارے سردار مولانا ثناء اللہؒ صاحب مرحوم جلسوں میں پڑھا کرتے تھے۔

اگر انبیاء ہیں تو تیرے بنائے اگر اولیاء ہیں تو تیرے بنائے

اگر بادشاہ ہیں تو تیرے بنائے اگر ہم گدا ہیں تو تیرے بنائے

نیکوں کو تو نے ہی پیدا کیا ہے بروں کو ہستی کا خلعت دیا ہے

غرض اگر ایک چیز کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ تو اس کی ضد کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور اگر ایک چیز اس نے پیدا کی ہے۔ تو اس کی ہم

جنس بھی اسی نے پیدا کی ہے۔ کیونکہ خالق الاجناس والاضداد وہی ایک ہے چنانچہ فرمایا:۔

قل اللہ خالق کل شیءوھوالواحد القھار (رعد پ ۱۳(

ذیل میں ہم ایک نقشہ میں دو دو چیزوں کو بالمقابل لکھ کر ہر ایک کے متعلق قرآن کی آیت لکھتے ہیں:۔

1	زندگی	موت	خلق الموت والحیوۃ۔ (ملک پ ۲۹)
2	آسمان	زمین	الحمدللہ الذی خلق السموت والارض (انعام پ ۷)
3	نور	ظلمت	وجعل الظلمت والنور۔ (انعام پ ۷)
4	مرد	عورت	خلق الذوجین الذکر والانثی (قیامۃ پ ۲۹)
5	غنا	فقر	االلہ یسط الذزق لمن یشاء ویقدر (رعد پ ۱۳)
6	ہدایت	ضلالت	۱) ا(قل ان اللہ یضل من یشاء یھدی الیہ من اناب (رعد پ ۱۳)
	-	-	(۲) ولکن یضل من یشاء یھدی من یشاء (الحل پ ۱۴)
7	حکومت	ماتحتی	قل اللھم مالک الملک تونی الملک من تشاء وتنذع الملک ممن تشاء (آل عمران پ ۳)
8	عزت	ذلت	وتعز من تشاء وتذل من تشاء (آل عمران پ ۳)
9	دن	رات	وھوالذی جعل الیل والنھار خلفۃ (القران پ ۱۹)
10	حرکت	سکون	وھوالذی جعل لکم الیل لباساوالنوم سباتاوجعل النھار نشورا۔ (الفرقان)
11	بیداری	نیند	وجعل النھار نشورا۔ (الفرقان پ ۱۹)

ان مذکورہ بالا امور کے علاوہ بہت سے دیگر امور ہیں۔ جو ایک دوسرے کا جوڑا ہیں۔ ان سب کے لئے ہی جامع آیت یاد کھئے کہ سورۃ ذاریت پ ۲۷ میں فرمایا:۔

ومن کل شیء خلقنازوجین لعلکم تذکرون۔

"یعنی ہم نے ہر شئ کو جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ (توحید الہی کا) سبق سیکھو۔ "

کیونکہ جب تک خالق کل ایک نہ ہو۔ تب تک ان جوڑوں میں تناسب کی رعایت نہیں ہوسکتی اور زوجیت دو طرح پر ہوتی ہے۔ اول جنسیت کی کہ ایک شے کی ہم جنس دوسری شے ہے کہ وہ اس کے افعال وخواص کی معین ومددگار ہے۔

دو مقابلہ اور ضدیت کی کہ ایک شے دوسری کے مقابلہ میں اس کی ضد ہے کہ وہ اس کے افعال و خواص کو باطل کرتی ہے۔ ہم جنسوں میں ایک دوسرے میں مدد تو ظاہر ہے اور ضدین کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ایک شئے نے ضرر دیا ہے تو اس کا ضرر دور کرنے کے لئے اس کی ضد کا استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ طب یونانی اور انگریزی میں علاج بالضد کی صورت سے ظاہر ہے۔

اعتذار:۔ ہم نے اس مضمون کو جو بطور جملہ معترضہ کے ہے اس کے لئے لمبا کیا ہے کہ قرآن شریف نے اسے توحید الٰہی کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور ہر امر کے لئے آیتیں بیان کی ہیں اور اس طرز پر اس مضمون کا بیان غالباً اچھوتا ہے اور یہ مضمون لکھتے اللہ تعالیٰ نے اس عاجز گنہگار کے دل پر اس کا فیضان کیا ہے۔ لہٰذا میں نے اسے اپنے سینہ کے صندوق میں بند رکھنا نہ چاہا۔

آمدم بر سر مطلب:۔ غرض جب لوگوں نے مخلوق میں بعض وہمی اور بعض واقعی لیکن عارضی بڑائیوں کی وجہ سے ان کی پرستش کر دی تھی۔ تو اس شرک کے استیصال کے لئے ضروری تھا کہ سب سے پہلے اللہ اکبر کی آواز بلند کی جائے اور انسان کے دماغ و ذہین میں اس کی بات کو پختہ کر دیا جائے کہ ذات الٰہی سب سے بزرگ ہے۔ اسی لئے اذان بھی اسی کلمہ سے شروع کی ہے اور نماز میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلے رکن اسی کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا تحریمھا التکبیر (ترمذی وغیرہ) اور میدان جنگ میں بھی آنحضرت ﷺ صحابہؓ کی مقدس جماعت سمیت اسی نعرہ لگاتے تھے۔ (اللہ اکبر خریت خیبر)(بخاری) اسی طرح غزوہ خندق میں بھی آپ ﷺ نے بڑا وزنی پتھر توڑتے وقت یہی نعرہ تکبیر ہی پکارا تھا اور اخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ کے نزول اور امام مہدی کے ظہور پر جب قسطنطنیہ پھر فتح کی جائے گی۔ تو اسی نعرہ تکبیر سے کی جائے گی۔ (صحیح مسلمؒ)

غرض آنحضرت ﷺ نے اسی کلمہ تکبیر سے انسانی دماغ کو غیر اللہ کی کبریائی سے صاف کیا اور اس کی بجائے اللہ واحد کی کبریائی اور عظمت کا سکہ دل و دماغ میں جما دیا اور اسی امر سے دل میں توحید قائم ہوتی ہے۔ پس یہ کلمہ ہر قسم کے اعتقادی و عملی شرک پر ایک زبردست ضرب ہے اور جب اللہ جل شانہ کی کبریائی دل میں جم جائے تو کسی قسم کا شرک نہیں ہو سکتا۔ ھذا واللہ الھادی۔ اور بات بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے آگے سب سرنگوں ہیں۔ چنانچہ بطور حصر کے فرمایا۔ ولہ الکبریاء فی السموت والارض وھو العزیز الحکیم (جاثیہ پ ۲۵) یعنی کبریائی اسی سے مخصوص ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور وہ بڑا زبردست اور بڑا باحکمت ہے۔

نیز فرمایا:۔ وکبر تکبیرا۔ (بنی اسرائیل پ ۱۵) یعنی اے نبی ﷺ! اللہ کی بڑائی خوب طرح سے بیان کرو۔

مشرک لوگ غیر اللہ کی نذریں مانتے۔ ان کی تعظیم کے لئے قربانیاں کرتے اور جانور ذبح کرتے۔ پس جہاں ما اھل بہ لغیر اللہ اس قسم کے کھانوں کو حرام کیا۔ وہاں اپنے مومنوں کو تعلیم کیا کہ وہ عند الذبح قلبی نیت کے ساتھ خالص اللہ کی تعظیم و رضا کے لئے

قربانی کریں اور عام طور پر بھی عند الذبح زبان سے بسم اللہ واللہ اکبر بھی کہا کریں تا کہ وہ جانور اعتقادا و عملا دا و عملا اپنے خالق اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے ذبح ہو

نیز یہ کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ حج کے موقع پر قیام منیٰ کے ایام میں اپنے آباؤاجداد کے مفاخر اور بڑائیاں بیان کرتے تھے۔ سو اس ذہنیت کو بدلنے کے لئے فرمایا۔

فاذا قصیتم مناسککم فاذکر واللہ کذم ابائکم (البقرپ ۲) یعنی جب تم (عرفات سے واپس آکر) حج امور تمام کر چکو۔(اور منیٰ میں قیام کرو) تو (ان دنوں میں) اپنے آباؤاجداد کے مفاخر بیان کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔(جس کو عبادت اللہ اور حج سے مناسبت ہے)"۔نہ کہ آباؤاجداد کے مفاخر کہ ان کو حج اور عبادات الٰہی سے مناسبت نہیں۔ بلکہ اس کے منافی ہے۔ اس کی تعمیل میں رسول اللہ کریم ﷺ نے یوم حج یوم عرفہ (۹ ذی الحج) کی صبح سے لے کر ایام تشریق (۱۳ ذی الحج) کی عصر تک ہر نماز کے فرضوں کے بعد مسلسل طور پر بلند آواز سے تکبیریں پکارنی تعلیم کیں۔ نیز عرفات سے لوٹتے ہوئے مشعر الحرام پر آکر بھی تکبیر کہی۔ نیز منیٰ میں جمرات پر کنکر مارتے وقت بھی تکبیریں کہیں۔

نیز یوں بھی عام نمازوں میں ہر نماز کے فرضوں کا سلام پھیرنے پر سب سے پہلا کلمہ جو آنحضرت ﷺ پڑھتے تھے۔ وہ تکبیر ہوتی تھی۔ یعنی اللہ اکبر کہتے۔ اس کے بعد دیگر اور ادواذکار پڑھتے۔(صحیح بخاری وغیرہ)

نیز رمضان شریف کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لتکبر واللہ علے ماھد اکم۔ یعنی تا کہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اس طریق پر جو تم کو) آنحضرت ﷺ کی معرفت بتایا۔"

امام شافعی کتاب الام میں اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ مصفےٰ شرح موطا امام مالکؒ میں فرماتے ہیں۔ کہ عید الفطر کا چاند دیکھ لینے پر نماز عید کے شروع کرنے تک متواتر تکبیریں پکاری جائیں۔ گھر میں بھی اور باہر بھی مجتمعاً بھی اور منفرد بھی۔(مل کر بھی اور علیحدہ بھی۔

نیز ہر نماز فرض ہو یا نفل۔ اس کو شروع بھی کرایا تکبیر سے اور اس کے عام انتقالات میں پر یعنی رکوع کرتے وقت اور سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اور تشہد سے اٹھتے وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کا وظیفہ مقرر کیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ جس نے (صدق دل سے) کہا لا الہ الا اللھو اللہ اکبر۔ تو رب تعالیٰ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ بیشک میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں ہی سب سے بڑا ہوں اور جب بندہ کہتا ہے لا الہ اللہ اللہ وحد لا شریک لہ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک میرے اکیلے کے سوائے کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور میرا کوئی بھی شریک نہیں ہے اور جب بندہ کہتا ہے۔ لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بادشاہی میری

ہی ہے اور احمد بھی میرے لئے ہی ہے (مخصوص) ہے اور جب بندہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور کوئی طاقر گناہ سے بچنے کے لئے اور کوئی قوت نیکی کرنے کی نہیں ہے۔ سوائے میری توفیق کے اور آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے جس نے کہے یہ کلمات اپنی بیماری میں۔ پھر وہ اس میں مر گیا تو اسے آگ نہیں کھائے گی ۔(مشکوٰۃ بروایت ترمذی وابن ماجہ)

تسبیح، تحمید اور تکبیر کا اکٹھا ذکر

حدیث پاک کی رو سے ان تینوں کا اکٹھا ذکر بھی موجب ثواب اخروی اور باعث برکات دینوی ہے۔ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراؓ نے آنحضرت ﷺ سے اپنے گھر کے کام کاج سے تھک جانے کی وجہ سے کوئی خادم مانگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ (بیٹی!) میں تمہیں ایسا ور د بتاؤں جو خادم سے بہتر ہو۔ ہر نماز کے بعد اور جب تم رات کو بستر ے پر لیٹو۔ تو تینتنس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد اللہ اور چو نتیس بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۱)

۱۔ یہ عاجز محمد ابراہیم سیالکوٹی بھی کثیر الاشغال ہے جب کبھی بہت تھک جاتا ہوں۔ تورات کو بستر پر لیٹے وقت یہ وظیفہ پڑھتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ تکان اتار دیتا ہے اور دیگر برکات تو وہی جانتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں سب برکتیں ہیں، واللہ الموافق۔

۲۔ فقرائے مہاجرین نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ (حضور ﷺ!) مالدار لوگ تو بلند رتبے اور نعیم مقیم لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ وماذاک یعنی کسی لئے؟ انہوں نے عرض کیا۔ کہ وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ورزے بھی رکھتے ہیں۔ (لیکن وہ صدقہ خیرات دیتے ہیں اور ہم نہیں دے سکے اور وہ غلاموں کو آزاد کرتے کراتے ہیں۔ اور ہم نہیں کر سکتے اس پر کہف الفقراء سر دار دوجہاں نے فرمایا۔ میں تمکو ایسی بات نہ سکھاؤں۔ جس سے تم اپنے سے سابقین سے جاملو اور اپنے سے بعد والوں سے آگے بڑھ جاؤ اور کوئی بھی تم سے افضل نہ ہو۔ مگر وہی جو تمہاری مثل کرے، انہوں نے عرض کیا۔ ہاں حضور ﷺ! ضرور سکھایئے) آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ اور اللہ اکبر اور الحمد اللہ چونتیس مرتبہ پڑھا کرو۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۱)

۳۔ حضرت کعب بن عجرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چند کلمے ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ان کا کہنے والا نامراد نہیں رہتا۔

تینتیس تسبیحیں یعنی ۳۲ سبحان اللہ اور تینتیس تحمیدیں یعنی تینتیس بار الحمد اللہ کہنا اور چونتیس تکبیریں یعنی چونتیس بار اللہ اکبر کہنا (رواہ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۸۱)

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے ہر نماز کے بعد ۳۳ با اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھی یعنی سبحان اللہ کہا

اور ۳۳ بار اللہ تعالیٰ کی حمد کہی یعنی الحمد اللہ کہا اور ۳۳ بار اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کی یعنی اللہ اکبر کہا۔ پس یہ کل ۹۹ ہوئے اور سو کو پورا کیا اس کلمے سے یعنی لا الہ اللہ وحدہ لاشریکلہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علے کل شیء قدیر سے تو اس کی کل خطائیں بخشی گئیں۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ کی مثل (کثرت سے) ہوں۔" (رواہ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۸۱)

ان چاروں کلمات کے فضائل:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی۔ میں ابراہیمؑ سے ملا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اپنی امت کو میری طرف سلام کہنا اور ان کو خبر دینا کہ جنت اچھی مٹی والی اور میٹھے پانی والی جگہ ہے اور وہ صاف چٹیل میدان ہے اور اس میں درخت لگتے ہیں۔ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ اکبر کے۔ (ترمذی مشکوٰۃ صفحہ 194)

یعنی جنت اچھی قابل زراعت زمین ہے۔ ناقص وشور نہیں ہے کہ اس میں درخت اگے نہیں۔ اس کی کھیتی کے لئے وہاں پانی بھی میٹھا ہے کھاری نہیں کہ درخت جمے نہیں، پس تم اس میں ان چاروں کلموں کے درخت لگاؤ۔ یعنی کثرت سے یہ کلمات جتنے پڑھو گے اتنے ہی پھلدار درخت لگیں گے۔ اس میں ترغیب دی ہے ان چاروں کلمات کو پڑھنے کی اس سے ان کی فضیلت بھی ظاہر ہے۔

عجیب خواب:۔ اس عاجز ذرۂ بے مقدار کا سب سے پہلا تبلیغی سفر ۱۸۹۸ء میں شہر جہلم میں ہوا۔ اس وقت سے اس وقت تک ان لوگوں کو اور ان کی اولاد کو اس گنہگار سے الفت وعقیدت ہے۔ اب مئی ۱۹۴۶ء میں جو وہاں پر میرا جانا ہوا۔ تو اس خاندان کی ایک معمر خاتون نے جس خاندان سے کہ جہلم میں توحید وسنت کا ولولہ پیدا ہوا اور وہ میرے ظن میں نہایت اللہ یاد ذاکرات سے ہے۔ میرے پاس آکر بیان کیا کہ پچھلی دفعہ جب آپ تشریف لائے تھے اور آپ نے اللہ کی یاد کے لئے چند اور ظائف بتلائے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں اس کی توفیق سے وہ اذکار پڑھتی ہوں، ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ گوری رنگت کے ایک سفید ریش بزرگ جو عمدہ سفید لباس زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ میرے سامنے آگئے۔ میں نے ان کی بزرگی کی وجہ سے ان کی تعظیم کی اور اپنے سب حالات بیان کئے انہوں نے مجھے وظیفہ بتایا۔ اس کے بعد وہ اور نصائح فرماتے رہے اور میں سنتی رہی۔ آخر میں جرات کر کے عرض کیا آپ کہ کون بزرگ ہیں۔ فرمانے لگے میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے وہ وظیفہ جو آپ نے ابھی بتلایا تھا بھول گیا ہے۔ پھر فرمائیں کہ وہ کس طرح ہے؟ انہوں نے آپ کا نام لے کر کہا کہ وہ وظیفہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی سے پوچھ لینا۔ اس کے بعد خصت ہوگئے اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں اس وقت کی کیفیت بیان نہیں کر سکتی کہ میرے دل پر کیا گزرا ہے۔ ہر دم شوق رہا کہ ہمت ہو تو سیالکوٹ پہنچوں لیکن عمر اور مالی حالت کی کمزوری کی وجہ آپ جہلم تشریف لائے ہیں تو بصد شوق وتمنا حاضر ہوئی ہوں کہ وہ وظیفہ کونسا ہے ان کے خویشوں میں سے مولوی عبد العزیز (آہ! آج وہ فوت شدہ ہیں) مرحوم مع دیگر مردمان وخواتین کے میرے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا مشکوٰۃ شریف

تمہارے پاس ہے؟انہوں نے کہا۔ہاں مظاہر حق (اس کی شرح) موجود ہے۔میں نے کہالے آؤ۔وہ اپنے گھر سے مظاہر حق لے آئے اور میں نے یہ حدیث اس میں سے نکال کر ان کو پڑھوائی اور کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس امت مرحومہ کو نبی الرحمۃ ﷺ کی معرفت جو وظیفہ سکھایا ہے، وہ یہی ہے۔غالبًا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہی ہو گی۔میں خود تو اس لائق نہیں ہوں کہ انکی پاک کی مجلس میں باریابی حاصل کر سکوں، بلکہ جیسا کہ مولانا جامیؒ نے فرمایا ہے۔

تاب وصلت کار پاکاں من از یشاں نیستم

چوں سگانم جائیے دہ در سایہ دیوار خویش

میں اس نسبت سے بھی کمتر نسبت والا ہوں۔نیز بھجوائے "مجھ سے میرا ذکر بہتر ہے کہ اس محفل میں ہو۔"لیکن الحمد للہ ثم للہ کہ جب سے مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ پیغام پڑھا ہے۔اس وقت سے یہ وظیفہ عموماً کرتا ہوں۔غالباً اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سن رسیدہ نیک خاتون کو جو اپنے عام اوقات ذکر اللہ سے معمور رکھتی ہے۔میری طرف رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

باری تعالیٰ! تو جانتا ہے کہ میں بہت گنہگار ہوں اور اس سے زیادہ گنہگار ہوں۔جس قدر کہ کوئی مجھے جانے لیکن باوجود اس کے تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔اس لئے مغفرت کے زیادہ لائق گنہگار ہی ہیں۔پس تو اپنی ستاری و غفاری اور کریمی ورحیمی کے صدقے میرے حال پر رحم فرما اور مجھے اپنے ذکر کی حلاوت نصیب کو اور اسے قبول فرما کر اور میرے گناہ بخش کر اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے۔آمین یاارحم الراحمین آمین! ا(۸ تا ۸۳)

رجوع بمطلب:۔ اسی طرح صحیح مسلم میں ہے کہ افضل الکلام اور ایک روایت میں ہے احب الکلام چار کلمے ہیں۔سبحان اللہ والحمد اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ صحیح مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہوں۔تو مجھے اس چیز سے جس سورج طلوع کرے۔بہت محبوب ہے(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹۲)

شرح الحدیث:۔ ان چار کلموں کو خیر الکلام افضل اور جب احب الکلام۔ان کے مضمونوں کی جامعیت کی وجہ سے کہا ہے۔کیونکہ یہ چاورں مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید اور توحید اور تکبیر پر مشتمل ہیں اور معلوم ہے کہ ذکر کی فضیلت مذکور کی فضیلت سے ہوتی ہے چونکہ اس میں ذات وصفات باری عزاسمہ کا ذکر ہے۔اس لئے یہ سب سے بہتر کلام ہے۔ورنہ بحثییت مطلق کلام کے قرآن مجید سب سے بہتر اور احسن ہے۔جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا الایہ۔(زمر پ ۲۳) یعنی اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے سب سے بہتر کلام۔یعنی کتاب جس کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور باہم متصاد نہیں ہیں۔اسی طرح آنحضرت ﷺ جمعہ اور عیدین اور نکاحوں کے خطبوں میں کہا کرتے تھے۔امابعد فان خیر االحدیث کتاب اللہ)الحدیث صحیح مسلم

خطبہ الجمعہ صفحہ ۳۸۴ جلد اول)

نیز صحیح مسلم وغیرہ میں ایک اور کتاب روایت ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ امابعد فان اصدق الحدیث کتاب اللہ۔ الحدیث۔

حاصل مطلب یہ کہ ان چاورں کلموں کی فضیلت باعتبار جامعیت مضامین کے ہے جو ذات وصفات باری عزاسمہ پر شامل ہیں اور اہل منطق کہا کرتے ہیں۔

لولا الا اعتبارات لبطلت الحکمۃ۔ یعنی اگر اعتبارات کا لحاظ نہ کیا جائے۔ تو حکمت و دانائی کا تو وجود ہی نہیں رہے گا۔ ہذا واللہ اعلم !